40

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا
35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

8تا14 جمادی الاولیٰ 1448ھ / 20تا26 اکتوبر 2026ء

اس شمارے میں

ایمرجنسی اور گورنر راج: سیاسی کشمکش یا کچھ اور؟

پردہ اور حجاب کے احکام اور مغربی تہذیب کی ناکامی

کرنے کا اصل کام! (5)

امیر تنظیم کا پیغام: رفقاء تنظیم کے نام

بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

پانچ لاشیں اور صرف ایک انڈا!

توکل کا صحیح مفہوم

عام طور پر توکل کے یہ معنی لیے جاتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ جاؤ۔ یہ توکل نہیں ہے بلکہ پوری طرح محنت کرنا ضروری ہے، جیسا کہ قرآن حکیم دشمن کے خلاف وسائل حرب تیار رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ فرمایا:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ ......﴾ (الانفال:60)

''اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے تیار رکھو۔''

کسی شاعر نے اس شعر میں توکل کا سارا مفہوم ودعا بیان کر دیا ہے۔

توکل کا یہ مطلب ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
نتیجہ اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

مگر تمام اسباب وذرائع کے ہوتے ہوئے بھی یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ان وسائل کی وجہ سے نتیجہ برآمد ہو جائے گا، بلکہ وہی ہوگا جو اللہ چاہے گا۔ ''مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ'' یعنی جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہو گیا اور جو نہ چاہا وہ نہیں ہو سکا۔ مثلاً ایک شخص نے کسی کام کے لیے بڑی محنت و کوشش کی، عرصہ دراز تک تگ و دو کرتا رہا مگر وہ نہ ہو پایا، اور کسی وجہ سے موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ تو اگر اس کے دل میں توکل نہ ہوگا تو اس کا حال یہ ہوگا کہ رنج وغم اور صدمہ لیے بیٹھا ہے کہ اتنی محنت کی، پیسہ خرچ کیا، سفارشیں لڑوائیں، لوگوں کی خوشامد کر کے اپنی عزت کو برباد کیا، سب کچھ کر کے دیکھ لیا مگر کام نہیں بنا۔ لیکن اگر ایمان بالقدر موجود ہو اور بالخصوص توکل دل میں سمایا ہوا ہو تو ایسی صورت میں اسے نہ کوئی پریشانی ہوگی اور نہ خلاف توقع نتائج پر رنج والم ہوگا۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ
حقیقت ایمان

مسجد اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

لاریب کتاب

سورۃ السجدۃ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 1 تا 3

الٓـمّٓ ۟ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ﴿۲﴾
اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ۚ بَلۡ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ
اَتٰىہُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۳﴾

سورۃ السجدۃ تین رکوعوں پر مشتمل ایک مختصر سورۃ ہے۔ ابتدائی دور کی مکی سورتوں کی طرح اس کا ردھم (rhythm) بہت تیز ہے اور یہ نبی اکرم ﷺ کی محبوب سورتوں میں سے ہے۔ مستند روایات میں حضور ﷺ کا یہ معمول نقل ہوا ہے کہ آپ اکثر جمعہ کے دن نماز فجر کی پہلی رکعت میں سورۃ السجدۃ اور دوسری رکعت میں سورۃ الدھر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اس سے ہمیں یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ جن سورتوں کے ساتھ حضور ﷺ کو خاص تعلق خاطر تھا، ان سورتوں کی تلاوت آپ نمازوں میں کثرت سے فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کبھی کبھی جمعہ کے دن فجر کی پہلی رکعت میں سورۃ الجمعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ المنافقون کی تلاوت بھی فرمایا کرتے تھے۔

آیت ۱: ﴿الٓـمّٓ ﴿۱﴾﴾ ''الف لام میم۔''

آیت ۲: ﴿تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲﴾﴾ ''اس کتاب کا اُتارا جانا' اس میں کوئی شک نہیں' تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔''

آیت ۳: ﴿اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ۚ﴾ ''کیا یہ کہتے ہیں کہ اس (محمد ﷺ) نے اسے خود گھڑ لیا ہے؟''

﴿بَلۡ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰىہُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۳﴾﴾ ''(نہیں!) بلکہ یہ حق ہے آپ کے رب کی طرف سے تاکہ آپ خبردار کریں اس قوم کو جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا' شاید کہ وہ ہدایت پائیں۔''

اہل مکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک طویل عرصے کے دوران کوئی نبی یا رسول نہیں آیا۔ اس آیت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

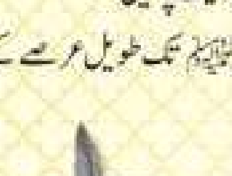

درس حدیث

سخاوت کی اہمیت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِنَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِنَ الْجَنَّۃِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِنَ النَّارِ، وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِنَ اللّٰہِ بَعِیْدٌ مِنَ الْجَنَّۃِ بَعِیْدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّارِ)) (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سخی اللہ سے قریب ہوتا ہے، جنت سے قریب ہوتا ہے، لوگوں سے قریب ہوتا ہے، جہنم سے دور ہوتا ہے۔ اور بخیل اللہ سے دور ہوتا ہے، جنت سے دور ہوتا ہے، لوگوں سے دور ہوتا ہے، جہنم سے قریب ہوتا ہے۔''

اداریہ

رضاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمرجنسی اور گورنر راج: سیاسی کشمکش یا کچھ اور؟

پاکستان اس وقت ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے جہاں دہشت گردی، سیاسی عدم استحکام، معاشی مشکلات اور وفاق وصوبوں کے درمیان بڑھتی ہوئی بداعتمادی نے قومی یکجہتی کو ایک سنجیدہ امتحان سے دوچار کر دیا ہے۔ خیبر پختونخوا میں ایمرجنسی اور گورنر راج کے حالیہ نفاذ نے ان مسائل کو مزید نمایاں کر دیا ہے۔ وفاقی حکومت اسے امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال اور دہشت گردی کے خلاف مؤثر کارروائیوں کی ضرورت سے جوڑتی ہے، جبکہ پاکستان تحریکِ انصاف اسے صوبے کے عوامی مینڈیٹ، صوبائی خودمختاری اور جمہوری حقِ حکمرانی پر حملہ قرار دیتی ہے۔ ایسے حالات میں ضروری ہے کہ معاملے کا جائزہ جماعتی وابستگی اور سیاسی نعروں سے بالاتر ہو کر قومی مفاد کے تناظر میں لیا جائے۔ اس وقت ہمارے تجزیہ کا مقصد ایمرجنسی اور گورنر راج کی آئینی حیثیت پر کلام کرنا نہیں، آئینِ پاکستان تو ویسے ہی موم کی ناک بن چکا ہے جسے طاقتور حلقے جب چاہیں دائیں، بائیں، اوپر، نیچے موڑ دیں۔ المیہ یہ ہے کہ اعلیٰ عدلیہ بھی اشرافیہ کے غیر آئینی وغیر قانونی اقدامات کو ’نظریہ ضرورت‘ کی نظر کر دیتی ہے۔ جس ملک میں عام انتخابات کے نتائج ہی فارم 45 و 47 کی بحث کی نظر ہو جائیں وہاں آئین وقانون کی حکمرانی کیا معنی رکھتی ہے! گویا مملکتِ خداداد پاکستان کے قیام کے 79 سال بعد بھی ہم یہ طے نہیں کر پائے کہ ’قومی سلامتی‘ سے کیا مراد ہے۔

قومی سلامتی کی ضرورت اپنی جگہ، لیکن آئینی اختیار کا استعمال بھی آئین ہی کی حدود کے اندر ہونا چاہیے۔ پاکستان کی تاریخ میں ایمرجنسی، مارشل لاء اور گورنر راج کے مختلف ادوار گزرے ہیں۔ 1958ء، 1969ء، 1977ء اور 1999ء میں مارشل لاء جبکہ 2007ء کی ایمرجنسی پلس نے جمہوری تسلسل اور آئینی اداروں پر ایسے منفی نقوش چھوڑے جو آج تک باقی ہیں۔ اب تو ہائبرڈ نظام کا دور دورہ ہے اور کام ’ٹیکنو کریٹس‘ اور ’کونسلوں‘ کے ذریعے چلایا جا رہا ہے! اسی طرح مختلف ادوار میں پنجاب، سندھ، بلوچستان اور موجودہ خیبر پختونخوا (سابق صوبہ سرحد)، میں گورنر راج نافذ کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت کی گاڑی کو پٹڑی سے اُتار کر مارشل لاء لگانے اور صوبوں میں گورنر راج نافذ کرنے کا آج تک ملک وقوم کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ بلکہ منتخب حکومتوں کی برطرفی یا غیر معمولی بھاری بھرکم بوٹوں والے اختیارات کے طویل استعمال سے سیاسی اعتماد، صوبائی خودمختاری اور جمہوری اداروں کو نقصان ہی پہنچا ہے۔ ایسے اقدامات سے وقتی طور پر انتظامی فیصلے تو شاید تیز ہو گئے ہوں، تاہم ان سے دہشت گردی، بدعنوانی، معاشی ناانصافی اور سیاسی تقسیم جیسے بنیادی مسائل حل نہیں ہوئے، بلکہ بڑھے ہی ہیں۔

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

8 تا 14 جمادی الاولیٰ 1448ھ جلد 35
20 تا 26 اکتوبر 2026ء شمارہ 40

مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ

مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید

مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت: ● فرید اللہ مروت ● محمد رفیق چودھری ● وسیم احمد باجوہ ● خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سیکرٹری دین حق ٹرسٹ لاہور
مطبع: آر آر پرنٹرز، نگیاں روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

”دارالاسلام“ ملتان روڈ چونگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک......1,200 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

یہاں ایک اور بنیادی سوال بھی پیدا ہوتا ہے: اگر اصل مسئلہ دہشت گردی کے خلاف مشترکہ حکمتِ عملی تھا تو اسے احتجاجی مارچ اور سیاسی مطالبات سے الگ رکھ کر کیوں نہ حل کیا گیا؟ اور اگر حکومت کا بنیادی خدشہ اسلام آباد میں امن و امان برقرار رکھنا تھا تو کیا اس مقصد کے لیے قانونی طور پر مناسب انتظامات اور احتجاج کے لیے مقام طے کر دینا ممکن نہ تھا؟ پھر یہ کہ وہ مذاکرات جو شروع ہو چکے تھے اُنہیں پایۂ تکمیل تک کیوں نہ پہنچنے دیا گیا؟

خیبر پختونخوا میں اب تک بیسیوں چھوٹے بڑے آپریشن کیے جا چکے ہیں، لیکن دہشت گردی ختم نہ ہوسکی۔ کلبھوشن یادیو کو گرفتار کرلیا گیا اور یہ ثابت بھی ہوگیا کہ دہشت گردی کے پیچھے بھارت کا ہاتھ ہے۔ لیکن نہ تو کلبھوشن کو دی گئی سزا پر عمل درآمد کیا گیا اور نہ بھارت کے خلاف عملی اقدامات کیے گئے۔ اس کے برعکس نزلہ گرا تو خیبر پختونخوا کے عوام پر۔ کیا ریاستی جبر سے بھی کبھی لوگوں کے دل جیتے جا سکتے ہیں؟

موجودہ سیاسی بحران میں سوشل میڈیا کا مکروہ چہرہ بھی ایک مرتبہ پھر کھل کر سامنے آگیا ہے۔ دونوں اطراف سے جھوٹی خبروں، ویڈیوز کی شیئرنگ، حیا باختہ پوسٹس، 'حق و باطل' کے معرکہ میں مصروف سوشل میڈیا 'جہادی'...... ایک طوفان بدتمیزی جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا۔ اکتوبر 2026ء میں شائع ہونے والی ''سوچ فیکٹ چیک'' کی رپورٹس کے مطابق، لانگ مارچ کی حمایت میں 2023ء کے چمن احتجاج کی ایک پرانی ویڈیو کو موجودہ احتجاج کا منظر بنا کر پھیلایا گیا۔ ایک دوسری وائرل ویڈیو میں حکومتی حمایتیوں نے (اب سابق) وزیر اعلیٰ سہیل آفریدی سے منسوب ایسا تاثر پیدا کیا کہ وہ تحریکِ طالبان پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں، حالاں کہ رپورٹ کے مطابق اصل ویڈیو میں ایسا بیان سرے سے موجود نہیں تھا اور وائرل کلپ میں ردوبدل کیا گیا تھا۔ یہ مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ کس طرح گمراہ کن مواد کو عوامی جذبات کو مشتعل اور سیاسی مخالفین کو بدنام کرنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ اختلاف رائے شہریوں کا حق ہے؛ اصل مسئلہ دانستہ غلط معلومات اور غیر مصدقہ الزامات کا ہے۔

یہ خدشہ اپنی جگہ موجود ہے کہ اگر عوام کی معتدبہ تعداد میں یہ تاثر جڑ پکڑ گیا کہ ایمرجنسی اور گورنر راج کو سیاسی انتقام یا صوبے کو سزا دینے کے لیے لگایا گیا ہے تو اس کے انتہائی خطرناک نتائج برآمد ہوں گے۔ اس حوالے سے ہم مزید کچھ بیان کرنے سے گریز ہی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ خیر کا معاملہ فرمائے۔

حکومت کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ عوامی اعتماد اور آئینی حقوق کے تحفظ کو بھی یقینی بنائے۔ پاکستان کو اس وقت اقتدار کی کشمکش سے بڑھ کر سیاسی بصیرت، آئینی بالادستی اور قومی اتفاق رائے کی ضرورت ہے۔ وفاقی حکومت اور پی ٹی آئی کے درمیان باضابطہ مذاکرات، پارلیمان کی کثیر الجماعتی کمیٹی، غیر جانب دار سیاسی شخصیات کی ثالثی اور انسدادِ دہشت گردی کے لیے مشترکہ حکمتِ عملی جس میں صرف دہشت گردوں کو ٹارگٹ کیا جائے اور عوام متاثر نہ ہوں، ان سب کی اشد ضرورت ہے۔

ہمارے نزدیک پاکستان کے مسائل کا بنیادی اور دیرپا حل محض حکمرانوں اور سیاسی چہروں کی تبدیلی میں نہیں، بلکہ اس نظام کی اصلاح میں ہے جس کے اندر سیاسی، معاشرتی اور معاشی ناانصافیاں بار بار جنم لیتی ہیں۔ مروجہ نظام میں انتخابات کے ذریعے چہرے تو بدل سکتے ہیں، لیکن اگر نظام کی بنیادی ساخت، طبقاتی تفاوت، معاشی استحصال اور اقتدار پرستی برقرار رہے تو عوام کی مشکلات کا حل ممکن ہی نہیں۔ اس لیے ضرورت ایسی جدوجہد کی ہے جو قرآن و سنت کی رہنمائی میں اجتماعی زندگی کی اصلاح اور نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام کو اپنا مقصد بنائے۔ یہ راستہ کسی سیاسی جماعت یا طبقے سے نفرت کا نہیں، بلکہ پوری قوم کی خیر خواہی، نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی طرف رجوع کرنے کا ہے۔

پاکستان کا قیام اسلام کے نام پر ہوا تھا؛ اس لیے مملکتِ خداداد کی حقیقی سلامتی اور بقا کا تقاضا ہے کہ اس نظریے کو محض نعروں تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ قرآن و سنت کی روشنی میں اجتماعی، معاشرتی، معاشی اور ریاستی زندگی کی تشکیل کی جائے۔ یقین کیجیے اسی میں ہماری دنیا کی کامیابی بھی مضمر ہے اور اہم ترین بات یہ کہ ہماری آخرت بھی سنور جائے گی۔

اللہ تعالیٰ پاکستان پر رحم فرمائے۔ آمین!

پردہ اور حجاب کے احکام اور مغربی تہذیب کی ناکامی

(قرآن و احادیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں امیرِ تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 9 اکتوبر 2026ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات قرآنی کے بعد!

انسانی معاشرے میں حیاء کی بہت زیادہ اہمیت ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے حیاء کے حوالے سے خصوصی رہنمائی عطا فرمائی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حیاء اور ایمان لازم و ملزوم ہیں، اگر ایک چلا جائے تو دوسرا بھی چلا جاتا ہے۔ حیاء کا تعلق ظاہر سے بھی ہے اور باطن سے بھی، اس کا تعلق پردے سے بھی ہے اور اخلاق و کردار سے بھی اور یہ ساری زندگی پر محیط ہے۔ لیکن دنیا اس وقت جس دجالی تہذیب کے زیر اثر آچکی ہے، اُس میں حیاء کی مخالفت کی جاتی ہے اور بے حیائی کے تباہ کن اثرات بھی ہم اپنے معاشروں میں دیکھ رہے ہیں۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اس حوالے سے تفصیلی کلام کیا اور ان کی کئی کتابیں اس موضوع پر ہیں۔ ان کے بقول ہماری اجتماعی زندگی کے تینوں گوشوں (سیاسی نظام، معاشی نظام اور معاشرتی نظام) پر دجالی تہذیب کے اثرات بالکل واضح ہیں۔ سیاسی سطح پر اور دیگر اجتماعی معاملات میں اللہ کی حاکمیت کا انکار ہے، انسانوں کی اکثریت عقل کی بنیاد پر فیصلہ کرے گی، چاہے وہ شراب کو حلال قرار دے، چاہے زنا کو جائز قرار دے۔ معاشی سطح پر بھی اللہ کے احکام پس پشت ڈال دیئے گئے، سودی بینکاری نظام، جوئے کی بنیاد پر اسٹاک ایکسچینج اور دیگر غیر شرعی معاشی ہتھکنڈے عام ہیں۔ اسی طرح معاشرتی سطح پر بھی سوشل انجینئرنگ کے نام پر اور حقوق اور آزادی جیسے بڑے خوشنما عنوانات اور دلفریب نعروں کی آڑ میں حیاء، پردے اور گھر کے ادارے میں نقب لگائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ پوری تفصیل بیان فرمایا کرتے تھے کہ کس طرح پہلے قاہرہ کانفرنس ہوئی، پھر بیجنگ کانفرنس ہوئی، پھر بیجنگ پلس فائیو کانفرنس ہوئی اور اقوام متحدہ کے چارٹر کے تحت بہت سے ایسے اقدامات تسلیم کر لیے گئے جو واضح طور پر قرآن و سنت کی تعلیمات کے خلاف ہیں، مگر پاکستان سمیت تمام مسلم ممالک بھی ان پر دستخط کر چکے ہیں۔ نتیجتاً اب مسلم معاشروں میں بھی دجالی تہذیب کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس بے خدا تہذیب کے تحت جب انسان کو نرا حیوان سمجھ لیا گیا تو حیا، اور پردے کے کیا احکامات، محرم و

مرتب: ابو ابراہیم

نامحرم کی کیا تمیز، لباس کا کیا تکلف، نکاح کی کیا حاجت! چنانچہ آج کا ماحول بتا رہا ہے کہ انسان حیوانوں کی سطح سے بھی نیچے آچکا ہے۔ حتیٰ کہ مسلم معاشروں میں بھی نکاح کا انکار شروع ہو گیا۔ ہمارے ہاں 8 مارچ کو عورت مارچ کے نام پر چند عورتیں نکلتی ہیں اور سرے عام نکاح کا انکار کرتی ہیں، حیا، پردے اور حجاب کی مخالفت کرتی ہیں۔ دوسری طرف ہمارے رائٹرز، اینکر پرسنز، خبرناموں کو دیکھیں تو وہاں بھی اس دجالی تہذیب کو پروموٹ کیا جا رہا ہے۔ کوئی خبرنامہ اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر نہیں دیکھ سکتا تو فلموں، ڈراموں وغیرہ میں کیا حال ہوگا۔ یہاں تک کہ ہمارے تعلیمی اداروں کا ماحول بھی ایسا بن چکا ہے کہ حیاء، شرم، پردے اور حجاب کا کوئی تصور باقی نہیں رہا، مرد اور عورت کا آزادانہ اختلاط عام ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج تعلیمی اداروں میں خودکشیاں ہو رہی ہیں، منشیات کا استعمال عام ہو رہا ہے، نوجوان نسل کا کردار بگڑ رہا ہے۔ اسی طرح شادی بیاہ کے مواقع پر ناچ گانا، مخلوط ماحول اور وہ سب کچھ ہوتا ہے کہ بقول شاعر

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود!

دوسری طرف ہمارا سیکولر اور لبرل طبقہ ہے جس کو اللہ کے دین سے خدا واسطے کا بیر ہو گیا ہے۔ انتہائی ڈھٹائی اور بے باکی سے دین کی تعلیمات کا مذاق اُڑایا جاتا ہے اور کہہ دیا جاتا ہے کہ: ”یہ پردہ مولویوں کی ایجاد ہے۔ اسی طرح ہمارا وہ روشن خیال طبقہ جو دین کی نمائندگی کا دعویٰ کرتا ہے، اُمت کے 14 صدیوں کے علمی ورثہ، کتاب و سنت کے فہم سے ہٹ کر باتیں کرتا ہے۔ وہاں بھی یہی جملے سننے کو ملتے ہیں کہ پردہ تو مولویوں کی ایجاد ہے۔ پھر سوشل میڈیا اور سیٹلائٹ چینلز کے پروگرامز میں لوگوں سے رائے لی جاتی ہے کہ کتنے لوگوں کا خیال ہے کہ دین میں پردے کا حکم موجود ہے، اکثریت (دین سے لاعلم) کہتی ہے موجود نہیں ہے، تو اینکر کہتا ہے: اکثریت نے اتفاق کر لیا کہ پردے کا حکم نہیں ہے! کبھی پوچھا جاتا ہے کہ کتنے لوگوں کا خیال ہے کہ موسیقی کا کوئی مسئلہ اسلام میں نہیں ہے؟ اکثر نے کہہ دیا کہ اسلام میں موسیقی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اینکر کہتا ہے اکثریت کی رائے آگئی کہ موسیقی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ سب مسائل آج کی اس تہذیب میں ابھر کر سامنے آرہے ہیں۔ آج کے خطاب جمعہ میں ہم قرآن کی سات آیات کا مطالعہ کریں گے جو کہ ستر، حجاب اور پردے کے احکامات کے حوالے سے بہت اہم ہیں۔ آئندہ کسی نشست میں ان احادیث کا بھی مطالعہ کیا جائے گا جن میں پردے اور

حجاب کی فرضیت کے متعلق تعلیم ہے اور ان کی روشنی میں ان اعتراضات کا بھی جواب دیا جائے گا جو خواہ مخواہ پردے اور حجاب کے احکام پر کیے جاتے ہیں۔ آج کی پہلی زیر مطالعہ آیت سورۃ النور کی ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾

’’اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، حتیٰ کہ ان کی رضا معلوم کرلو اور گھر والوں کو سلام کرلو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔‘‘

مراد یہ ہے کہ بغیر اجازت دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو۔ احادیث میں مزید تفصیل آتی ہے کہ جب کسی کے گھر جاؤ تو دستک دینے کا انداز کیا ہوگا، کھڑے ہونے کا انداز کیا ہوگا، اندر سے کوئی پوچھے تو جواب دینے کا انداز کیا ہوگا، اندر سے کوئی جواب نہ آئے تو کیا کرنا ہوگا، کتنی مرتبہ دستک دے سکتے ہیں وغیرہ۔ یہ ساری ہدایات دین ہمیں دیتا ہے تاکہ کوئی بے پردگی کا معاملہ نہ ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے اپنے گھر میں بھی داخل ہو تو پہلے گھر والوں کو خبر کرو، کھانس لو یا کوئی ایسا انداز اختیار کرو کہ گھر میں موجود افراد کو تمہارے آنے کی خبر ہو جائے۔ حتیٰ کہ حدیث میں یہ تعلیم بھی ہے کہ اگر گھر میں ماں بھی موجود ہو تو بیٹا پہلے دستک دے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا﴾ ’’اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ، یقیناً یہ بہت بے حیائی کا کام ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔‘‘

زنا تو ہے ہی حرام اور بہت بڑا گناہ ہے لیکن وہ تمام راستے یا ذرائع جو اس گناہ تک لے جاسکتے ہیں، اللہ کا دین ان سے بھی دور رہنے کا حکم دے رہا ہے۔ اس میں بے پردگی بھی شامل ہے، نامحرم مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط بھی شامل ہے اور ایسی تمام چیزیں شامل ہیں جو نامحرم مرد و عورت کی قربت کا باعث بن سکتی ہیں۔ اسی لیے یہ حکم بھی آیا کہ جب کسی کے گھر میں داخل ہو تو پہلے گھر والوں کو خبر کردو کہ عورتیں پردے میں چلی جائیں اور کوئی ایسا واقعہ نہ ہو جس سے شریعت منع کرتی ہے۔ اگلی زیر مطالعہ دو آیات سورۃ النور کی ہیں۔ فرمایا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ﴾ (النور:30)

’’(اے نبی ﷺ!) مومنین سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔‘‘

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ (النور: 31) ’’اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں‘‘

جب ہم پردے اور حجاب کی بات کرتے ہیں تو لازماً عورتوں ہی کے بارے میں ذہن میں بات آتی ہے، بات ٹھیک بھی ہے۔ لیکن ستر وحجاب کے احکامات مردوں کے لیے بھی ہیں۔ اسی طرح نگاہوں کی حفاظت کا حکم مردوں کے لیے بھی ہے اور عورتوں کے لیے بھی ہے۔ یہاں پہلے مردوں کے لیے حکم آیا اور اس کے بعد عورتوں کے لیے آیا۔ دراصل مردوں کی بدنگاہی کا معاملہ زیادہ خطرناک ہے، ان کے لیے زیادہ ہدایت اور رہنمائی ہے۔ یہاں نگاہوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ شرمگاہوں کی حفاظت کا بھی حکم آیا۔ معاملہ بدنگاہی سے ہی بگڑتا ہے اور پھر زنا تک جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: شہوت والی نگاہ شیطان کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اعضائے جسمانی میں سے چھ اعضاء زنا کرتے ہیں، شہوت والی نگاہ سے نامحرم کو دیکھنا آنکھ کا زنا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس نے نگاہ کو وہاں جانے سے بچایا، جہاں اسے نہیں جانا چاہیے، اللہ اس کو ایمان کی مٹھاس عطا فرمائے گا۔ آج اگر اس کے برعکس ہو رہا ہے، شہوت اور جنسی لذت کے لیے نامحرم کو گھورا جا رہا ہے تو اس کی نقد سزا یہ ہے کہ عبادت کی لذت چھن جاتی ہے۔ نماز میں لطف نہیں آتا، تلاوت میں مزا نہیں آتا، اللہ کے ذکر میں دل نہیں لگتا، سجدوں کا لطف نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک نابینا صحابی حضور ﷺ کے گھر کی طرف تشریف لائے تو حضور ﷺ نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ذرا علیحدہ ہو جاؤ۔ پوچھا: حضور ﷺ! یہ تو نابینا ہیں۔ فرمایا: تم تو نابینا نہیں ہو۔ یہاں باقاعدہ تعلیم ہے کہ عورتیں بھی نگاہوں کی حفاظت کریں۔ زیر مطالعہ آیت میں آگے فرمایا:

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ ۠﴾ (النور:31)

’’اور چاہیے کہ وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بکل مار لیا کریں۔‘‘

یہاں یہ تعلیم ہے کہ جب خاتون اپنے گھر میں ہو تو اپنے محرم رشتہ داروں کے سامنے بھی اپنے سینوں کو ڈھانپ کر رکھیں۔ بِخُمُرِهِنَّ سے مراد ایسی چادر ہے جس سے سر اور سینہ ڈھانپا جاسکے۔ باقی لباس تو ضروری ہے ہی لیکن اس کے اوپر یہ بھی ضروری ہے۔ ایک عورت اپنے بیٹے، اپنے والد، اپنے بھائی اور دیگر رشتہ داروں کے سامنے بھی ایسا باوقار لباس اختیار کرے کہ حیاء کے تقاضے پورے ہوں۔ آگے مزید ہدایات ہیں۔ فرمایا:

﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ (النور:31) ’’اور وہ اپنی زینت کا اظہار نہ کریں، سوائے اس کے جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے‘‘

لباس میں بھی زینت ہے، چہرے پر بھی زینت کا اظہار ہے، جسم کے مختلف اعضاء پر پہنے جانے والے زیورات ہیں، یہ سب زینت کا اظہار ہے۔ عورت کی اصل زینت تو اپنے شوہر کے لیے ہوتی ہے۔ شوہر یا محرم کے سامنے زینت کا اظہار کوئی مسئلہ نہیں۔ لیکن جب گھر سے باہر جائیں تو ایسا پردہ یا حجاب اختیار کریں کہ یہ ساری زینت کسی پر ظاہر نہ ہو۔ مراد یہ ہے کہ جب عورت گھر سے باہر نکلے تو جلباب (بڑی چادر جس سے پورا جسم چھپ جائے) پہنے۔ ایک روایت ابن عباسؓ سے مروی ہے جس کے مطابق ایک آنکھ کھلی رہ سکتی ہے، ایک دوسری روایت کے مطابق دونوں آنکھیں کھلی رہ سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ باقی پورا جسم ڈھانپنا ضروری ہے سوائے اس کے جو از خود (بغیر اختیار کے) ظاہر ہو جائے۔ مثلاً قد کو چھپایا نہیں جاسکتا۔ بیرونی لباس (برقعہ، چادر، جلباب وغیرہ) کو چھپایا نہیں جاسکتا۔ اسی طرح اگر اپنے بیٹے یا بھائی کے ساتھ موٹر سائیکل پر جا رہی ہے، تیز ہوا سے پنڈلی از خود کھل گئی تو یہ استثناء کا معاملہ ہوگا۔ جہاں تک زینت کو ظاہر کرنے کا معاملہ ہے تو اس کے بارے میں آگے فرمایا:

﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَاۗىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ

﴿لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ﴾ (النور:31)

''اور وہ نہ ظاہر کریں اپنی زینت کو (وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں کسی پر) سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں (بھتیجوں) کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں (بھانجوں) کے یا اپنی (جان پہچان کی) عورتوں کے یا اُن کے جن کے مالک ہیں ان کے داہنے ہاتھ یا ایسے زیر دست مردوں کے جو اس طرح کی غرض نہیں رکھتے یا اُن لڑکوں کے جو عورتوں کے مخفی معاملات سے ابھی ناواقف ہیں۔''

سورہ نساء کی آیت نمبر 23 میں چچا، تایا، ماموں، نانا، دادا بھی محرم میں شمار ہوئے۔ محرم وہ ہے جس سے نکاح نہیں ہو سکتا اور شوہر جس سے نکاح ہو چکا ہوتا ہے، ان سب کے سامنے عورت (شرعی حدود و قیود کے مطابق) اپنی زینت کا اظہار کر سکتی ہے، ان کے علاوہ باقی سب کے سامنے عورت کے لباس، اطوار، کلام اور انداز میں فرق ہوگا۔ یعنی باقی سب کے سامنے پردہ و حجاب لازم ہوگا۔ غلاموں، کنیزوں، بوڑھے خادمین اور بچوں کے سامنے زینت کے اظہار کے بھی اپنے مسائل ہیں جن کے متعلق دین نے رہنمائی دی ہے، اس پر آئندہ بھی کلام ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ آگے فرمایا:

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ﴾ (النور:31) ''اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مار کر نہ چلیں کہ ان کی اس زینت میں سے کچھ ظاہر ہو جائے جسے وہ چھپاتی ہیں۔''

بعض زیورات (پازیب وغیرہ) خواتین پیروں میں پہنتی ہیں، ذرا قدم زور سے رکھیں تو اس کی آواز آئے گی۔ اندازہ کریں، جو دین عورت کے اس پوشیدہ زیور کو بھی پوشیدہ رکھنے کا حکم دیتا ہے وہ چہرے کے پردے کے کس قدر اہتمام کا تقاضا کرتا ہوگا۔ چہرہ تو سب سے زیادہ زینت کے اظہار کا باعث ہے۔ بقول مولانا مودودیؒ گھر کی حفاظت کر رہے ہیں، کھڑکیاں دروازے سب بند کر دیے، مین گیٹ کھلا ہوا ہے تو حفاظت کیسے ممکن ہوگی؟ یہی وجہ ہے کہ 14 صدیوں سے اُمت کے علماء کی عظیم اکثریت چہرے کے پردے کی قائل رہی ہے۔ اگر چند علماء نے چہرے کے پردے کو فرض نہیں سمجھا تو انہوں نے بھی ذاتی رائے یہی قائم کی ہے کہ چہرے کا بھی پردہ کرنا چاہیے۔ زیر مطالعہ آیت میں آگے فرمایا:

﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (النور) ''اور اے اہل ایمان تم سب کے سب مل کر اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

یہ تین آیات سورۃ النور سے تھیں۔ اب ہم سورۃ الاحزاب کی چار آیات کو بطور حوالہ پیش کریں گے جو پردہ، ستر و حجاب کے حوالے سے انتہائی اہم ہیں۔ آیت 32 میں فرمایا:

﴿يٰنِسَاۗءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝﴾ ''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو گفتگو میں نرمی پیدا نہ کرو کہ کسی لالچ میں پڑ جائے وہ شخص جس کے دل میں روگ ہے اور بات کرو معروف انداز میں۔''

یہاں خطاب رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ سے ہے جس سے بعض حضرات کو غلط فہمی ہوگئی کہ پردے کے احکامات صرف ازواج مطہراتؓ کے لیے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بالواسطہ طور پر یہ حکم اُمت کی تمام خواتین کے لیے ہے، جیسا کہ آگے چل کر ہم مطالعہ کریں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی بیویوںؓ سے بڑھ کر کوئی پاکیزہ عورتیں ہوں گی؟ ان کے لیے تو پردے کا حکم ہو، آواز میں احتیاط کرنے کا حکم ہو، گھروں میں قرار پکڑنے کا حکم ہو، پردے کی اوٹ سے بات کرنے کا حکم ہو، جلباب اختیار کرنے کا حکم ہو اور اُمت کی عورتوں کے لیے نہ ہو؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ اُمت کے لیے اسوہ ہیں، اُمت کی عورتوں کے لیے اسوہ حسنہ کی تکمیل حضور ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کے ذریعے ہوگی۔ لہٰذا خطاب بھی پہلے ازواج مطہراتؓ سے کیا گیا۔ ان کے ذریعے اُمت کی عورتوں کو بھی رہنمائی دی جا رہی ہے۔ ضرورت کے تحت عورت غیر محرم مردوں سے کلام کر سکتی ہے، مگر وہ ضرورت ناگزیر ہو، اس کے باوجود بھی حکم آیا کہ آواز نرم نہ ہو، کیونکہ عورت کی آواز میں اللہ نے کشش رکھی ہے جو مردوں کے لیے غلط فہمی کا باعث بن سکتی ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى﴾ (الاحزاب:33) ''اور تم اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور مت نکلو بن سنور کر پہلے دور جاہلیت کی طرح۔''

عورت کا اصل مقام اُس کا گھر ہے، یہ تو ہم بھول گئے لیکن نپولین کے قول کا حوالہ سیکولر اور لبرل بھی دیتے نظر آتے ہیں کہ: تم مجھے بہترین مائیں دو، میں تمہیں بہترین قوم دینے کو تیار ہوں۔ اس کے باوجود مجھے کوئی انسٹی ٹیوشن بتا دیں جو کسی لڑکی کو سکھاتا ہو کہ ماں کیسے بنا ہے۔ اسی طرح گورباچوف کا حوالہ کئی مرتبہ میں نے بھی دیا، مفتی تقی عثمانی صاحبؒ نے ماضی میں اپنی کتابوں میں اس کا حوالہ دیا کہ: ہم نے اپنی عورتوں کو گھروں سے نکال کر چوک چوراہوں میں لا کھڑا کیا، اب ہمیں ایک ایسی تحریک چلانی چاہیے تاکہ عورت کو اس کے اصل مقام اپنے گھر تک واپس لا سکیں۔ مغرب آج عورت کو دوبارہ گھر میں لانے کی بات کر رہا ہے کیونکہ مغرب کو سمجھ آگئی کہ ماں اور بیوی کا کردار کوئی معمولی کردار نہیں ہے۔ اگر یہ کردار نہیں ہوگا تو معاشرے ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔ بے شک مرد کے ذمہ جو معاش کی ذمہ داری ہے وہ بھی محنت طلب ہے مگر ذمہ دار نسلوں کو پروان چڑھانا بہت ہی اعلیٰ ذمہ داری ہے اور یہ کام عورت ہی کر سکتی ہے، اسی لیے اسلام نے عورت پر معاش کی ذمہ داری نہیں ڈالی تاکہ وہ اگلی نسلیں پروان چڑھا سکے۔ یہ ذمہ داری دجالی تہذیب نے چھین لی تو آج مغرب میں نسلیں ناپید ہو رہی ہیں، جاپانی قوم نوجوانوں کے لیے ترس رہی ہے۔ اسلام ضرورت کے وقت گھر سے نکلنے سے منع نہیں کرتا، شرعی لوازمات کے ساتھ صحابیاتؓ نکلی ہیں۔ مگر دجالی تہذیب نے فیشن کے نام پر عورت کو کھلونا بنا دیا، اسے مارکیٹنگ کی چیز بنا دیا، ایڈورٹائزمنٹ چل ہی نہیں سکتی عورت کے بغیر ہوس کی نگاہیں اس کو کہاں تک لے کے چلی گئیں۔ زمانہ جاہلیت میں عورت کا اسی طرح استحصال ہوتا تھا، وہی استحصال آج دجالی تہذیب میں بھی ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب میں جب خواتین اسلام قبول کرتی ہیں تو اس قدر خوش ہوتی ہیں کہ گویا انہیں سب سے بڑا خزانہ مل گیا ہو۔ ان کے آرٹیکلز اور انٹرویوز پڑھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اسلام کو کتنی بڑی نعمت اور رحمت سمجھتی ہیں۔ اگلی زیر مطالعہ آیت میں آگے فرمایا:

﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ﴾ (الاحزاب:53) ''اور جب تمہیں نبی (ﷺ) کی بیویوں سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگا کرو۔''

(بقیہ صفحہ 23 پر)

کرنے کا اصل کام! (5)

ڈاکٹر اسرار احمد ؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ اللہ کے دین کے غلبے اور اس کی اقامت کے لیے کمر کس لے۔ دنیا میں کیا ہوتا ہے' کیا نہیں ہوتا' یہ میرے اور آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ میں جو کچھ کر سکتا ہوں اس کے بارے میں جواب دہ ہوں' آپ جو کچھ کر سکتے ہیں' جو بھی آپ کے اختیار میں ہے اس کے لیے آپ عنداللہ مسئول ہیں' ذمہ دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت محمد رسول اللہ ﷺ کی وفاداری کے ساتھ مشروط ہے۔

ع ''کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں!''

چنانچہ جن کو محمد ﷺ کے ساتھ وفا کا دعویٰ ہے وہ اپنے سر پر کفن باندھ کر اور یہ عہد کر کے کہ ﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (الانعام) ''یقیناً میری نماز' میری قربانی' میرا جینا اور مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔'' اللہ کے دین کو عملاً قائم کرنے کی جدوجہد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ اس لیے کہ تکمیل رسالت محمدی کا آخری مرحلہ ابھی باقی ہے' جس کی خبر دی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے کہ یہ ہونا ہے۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ بعثت محمدی کا تقاضا بتمام وکمال پورا نہ ہو اور دنیا ختم ہو جائے!

دنیا کے خاتمے سے پہلے چہار دانگ عالم پر' کل عالم انسانیت پر اللہ کا دین نافذ ہوگا۔ اسی کام کے لیے پاکستان قائم کیا گیا تھا۔ ہم نے اللہ سے پکار پکار کر چیخ چیخ کر دعائیں کی تھیں کہ اے اللہ! ہمیں انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے نجات دے' ہم تیرے نبی کے دین کا بول بالا کریں گے' پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ بنائیں گے۔ قائداعظم نے فرمایا تھا کہ ہم پاکستان میں اسلام کے اصول حریت واخوت ومساوات کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں گے اور اسی لیے ہمیں معجزے کے طور پر یہ ملک ملا تھا' لیکن افسوس' صد افسوس! اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی' 55 برس گزر گئے لیکن اسلام یہاں نہیں آیا۔ نتیجہ کیا نکلا؟ اللہ نے پہلے 25 برس ہمیں مہلت دی تھی۔ جب ہم نے اسلام نافذ نہیں کیا تو اللہ نے عذاب کا ایک کوڑا ہماری پیٹھ پر برسایا۔ ہندوستان کے ہاتھوں 1971ء کی شکست عظیم یاد ہے؟ ہمارے 93 ہزار فوجی اس ہندو کے ہاتھوں جنگی قیدی بنے جس پر ہم نے کہیں ہزار برس حکومت کی تھی' کہیں چھ سو برس اور کہیں آٹھ سو برس۔ اندرا گاندھی کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ ہم نے دوقومی نظریہ خلیج بنگال میں غرق کر دیا ہے۔ اور اس نے یہ بھی کہا کہ:

"We have avenged our thousand years defeat."

کہ ہم نے اپنی ہزار سالہ شکست کا بدلہ چکا دیا ہے۔

غور کیجیے کہ اللہ کے عذاب کا یہ کوڑا کیوں پڑا؟ اس لیے کہ ہم نے اللہ کے دین کے ساتھ بے وفائی کی' اللہ کے ساتھ وعدہ خلافی کی اور اللہ کے دین کو نافذ نہیں کیا۔ اور اب جو حالات ہیں وہ انتہائی تشویشناک ہیں۔ ہم امریکہ کے ہاں گروی رکھے جا چکے ہیں' ہمارے Bases اس کے کنٹرول میں ہیں۔ ایف بی آئی' سی آئی اے اور موساد پاکستان میں موجود ہے۔ ہمارے ایئرپورٹس پر ان کے معین حصے ہیں' ہماری خودمختاری گویا گروی رکھ دی گئی ہے۔ دوسری طرف بھارت کی دھمکی آمیز روش اور اس کی رعونت کو دیکھیے کہ کتنے بڑے پیمانے پر اس نے ہماری سرحدوں پر فوجیں لا کھڑی کی ہیں اور ہم اس سے معذرت کر رہے ہیں کہ دراندازی بالکل بند ہو چکی ہے۔ حالانکہ پہلے ہم کہہ رہے تھے کہ یہ تو مجاہدین آزادی ہیں' آزادی کی جدوجہد ان کا حق ہے' لیکن اب ہمیں اپنا تھوکا ہوا چاٹنا پڑا ہے۔ یہ حالات ہیں جس میں اندیشہ ہے کہ کہیں اللہ کے عذاب کا بڑا کوڑا ہماری پیٹھ پر نہ برس جائے۔

آپ میں سے بہت سے لوگوں کے علم میں ہوگا کہ آج سے کوئی سال بھر پہلے امریکہ کے ایک بہت بڑے تھنک ٹینک کی طرف سے یہ بات آ چکی ہے کہ 2020ء میں ''پاکستان'' کے نام سے کوئی ملک دنیا میں موجود نہیں ہوگا۔ اللہ نہ کرے کہ ایسا ہو! اللہ تعالیٰ ان کے عزائم کو خاک میں ملانے پر قادر ہے' لیکن اگر ہمارے چلن یہی رہے تو شدید اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد سے ہاتھ کھینچ لے۔ ہم نے موٹر وے بنائی' ہم نے بڑے بڑے محل بنا لیے۔ کراچی' لاہور اور پشاور کی ڈیفنس سوسائٹیاں ذرا جا کر دیکھیے کہ کیسے کیسے محلات تعمیر کیے گئے ہیں۔ اسلام آباد کے بنگلے دیکھیے کہ دو دو' تین تین کروڑ کا ایک ایک بنگلہ ہے' لیکن ہم اسلام نافذ نہیں کر سکے۔ یہ جرم ہمارا ایسا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس پر اللہ آخری سزا دے دے اور ہو سکتا ہے کہ ابھی کچھ مہلت باقی ہو۔ بہرحال ایک بات محاورے کے طور پر کہی جاتی ہے کہ ''جب تک سانس تب تک آس''۔ جب تک اللہ نے مہلت دے رکھی ہے کچھ نہ کچھ کرنا ہے۔ کرنا کیا ہے' یہ جان لیجیے!

میرے اب تک کے بیان سے بھی یہ بات واضح ہو چکی ہو گی کہ اسلامی نظام کا قائم کرنا آسان کام نہیں ہے۔ محمد عربی ﷺ کو بھی اس راہ میں اپنے دندان مبارک شہید کروانے پڑے' اپنے خون کا فوارہ چھڑوانا پڑا' اور 259 صحابہ کی جانوں کا نذرانہ دینا پڑا' جن میں حضرت حمزہؓ بھی تھے اور حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی۔ آج بھی یہ کام آسان نہیں ہے۔

ع ''لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا!''

آج اسلام کے نفاذ کے لیے ہماری تنظیم اسلامی کا جو طریقہ کار ہے' وہ میں اب آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

(1) پہلا مرحلہ یہ ہے کہ خود اپنی ذات پر اور اپنے گھر میں اسلام نافذ کیا جائے۔ سب سے مشکل کام یہی ہے۔

ع ''منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں!''

ہمارے عوام کی عمومی روش یہ ہے کہ ہم سے نعرے لگوا لو' چندے لے لو' جلوس نکلوا لو' جلسے کروا لو' لیکن ہماری زندگی کا جو نقشہ ہے وہ نہیں بدلے گا۔ اگر سودی کاروبار ہے تو وہ جاری رہے گا' اگر سودی قرضہ لے کر محل بنایا ہے تو وہ باقی رہے گا' اگر گھر میں شرعی پردہ نہیں ہے تو نہیں آئے گا' تو اسلام کیسے آ جائے گا؟ لہٰذا جس کا بھی ارادہ ہو' جسے بھی اللہ تعالیٰ آپ میں سے قبول فرما لے اُسے پہلا فیصلہ یہ کرنا ہو گا کہ مجھے اپنی زندگی سے حرام کو نکال دینا ہے'

فرائض و واجبات کی پابندی کرنی ہے اور ارکانِ دین کی بجا آوری تمام شرائط کے ساتھ کرنی ہے۔ پھر یہ کہ اپنے وجود پر اور اپنے گھر پر شریعت کا مکمل نفاذ کرنا ہے۔

(2) شریعت پر کاربند ہونے کا عزم کر لینے والے پھر مل جل کر ایک طاقت بنیں۔ ایک اکیلا دو گیارہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: ((يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ)) یعنی اللہ کی تائید اور اللہ کی نصرت جماعت کے ساتھ ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول تو یہاں تک ہے: ((لَا إِسْلَامَ إِلَّا بِجَمَاعَةٍ)) ''جماعت کے بغیر کوئی اسلام نہیں ہے''۔ چنانچہ جماعت کی شکل اختیار کرنا ضروری ہے۔ اسی لیے ہم نے تنظیم اسلامی بنائی۔ ہمارا سیاست کا کھیل کھیلنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں تو اپنی زندگی کے دس سال جماعت اسلامی کی تحریک کی نذر کر کے پھر وہاں سے نکلا تھا' اور اسی بنیاد پر نکلا تھا کہ آپ نے جو الیکشن کا راستہ اختیار کیا ہے اس سے آپ عام معنی میں سیاسی جماعت بن گئے ہیں' اِلّا اب آپ وہ انقلابی جماعت نہیں رہے جس میں میں نے شمولیت اختیار کی تھی۔ ہماری دعوت یہ ہے کہ ہماری جماعت میں آنے والے لوگ پہلے اپنی ذات پر اور اپنے گھر میں اللہ کے دین کو نافذ کریں' جو بڑا مشکل کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری رفتار بڑی کمزور ہے۔ لوگ نعرے لگانے کو تیار ہیں' کسی کو کافر کہلانا ہو تو نعرے لگا دیں گے' کسی کے خلاف کوئی مہم اٹھانی ہو تو اٹھا دیں گے' مگر خود اپنے آپ کو بدلنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ (الرعد: 11) یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حالات کو اُس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے آپ کو نہ بدلے۔ تو پہلا قدم اپنے آپ کو بدلنا اور دوسرا قدم مل جل کر جماعت بنانا ہے۔

دنیا میں جماعت سازی کے مختلف طریقے رائج ہیں۔ ایک دستوری طریقہ ہے کہ اگر آپ کو کسی جماعت کا دستور منظور ہے تو آپ اس کے رکن بن گئے' پھر ارکان جو ہیں وہ صدر یا امیر کا ایک معین مدت دو سال' چار سال یا چھ سال کے لیے انتخاب کریں گے۔ پھر اس امیر یا صدر کے لیے شوریٰ یا مینیجنگ کمیٹی ہوگی۔ اس میں طے کیا جائے گا کہ کتنے اختیار امیر کے پاس ہیں اور کتنے شوریٰ یا مینیجنگ کمیٹی کے پاس ہیں۔ یہ طریقہ کار میرے نزدیک مباح ہے' جائز ہے' حلال ہے' حرام نہیں ہے' لیکن مسنون نہیں ہے۔ جماعت سازی کا مسنون طریقہ بیعت پر مبنی ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ نے صحابہ کرام ؓ سے بیعت علی الموت لی کہ اپنی جانیں دے دیں گے لیکن یہاں سے نہیں ہلیں گے۔ غزوۂ احزاب میں خندق کھودی جا رہی تھی تو کئی کئی وقتوں کے فاقے کے ساتھ صحابہ کرام ؓ جب پھاوڑے چلا رہے تھے تو ان کی زبان پر ایک شعر تھا' جسے وہ آواز میں آواز ملا کر پڑھ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا أَبَدًا

''ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ سے جہاد کی بیعت کی ہے' اب یہ جہاد جاری رہے گا جب تک جان میں جان ہے۔''

جب جان نکل جائے تو ہماری ذمہ داری ختم ہو جائے گی' جب تک جسم میں جان ہے' یہ جہاد جاری رہے گا۔

اب آپ بیعت کے بارے میں یہ متفق علیہ روایت ملاحظہ کیجیے جس کے راوی حضرت عبادہ بن صامتؓ ہیں۔ اس حدیث میں مذکور بیعت نو نکات پر مشتمل ہے اور اسی کو ہم نے تنظیم اسلامی میں اختیار کیا ہے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں:

بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰى أَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰى أَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَعَلٰى أَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ

''ہم نے بیعت کی تھی اللہ کے رسول ﷺ سے اس پر کہ آپؐ کا ہر حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے' چاہے مشکل ہو چاہے آسانی ہو' چاہے ہماری طبیعتیں آمادہ ہوں چاہے ہمیں طبیعتوں پر جبر کرنا پڑے' چاہے دوسروں کو ہم پر ترجیح دے دی جائے (ہم یہ نہیں کہیں گے کہ ہم آپ کے پرانے خادم تھے اور آپ نے ایک نو وارد کو ہمارے اوپر امیر کیوں بنا دیا؟ بلکہ یہ آپ کا اختیار ہوگا جسے آپ چاہیں امیر بنائیں) جنہیں امیر مقرر کیا جائے گا ان سے جھگڑیں گے نہیں (ان کی بھی اطاعت کریں گے) البتہ ہر موقع پر جو صحیح رائے ہوگی وہ ضرور پیش کر دیں گے' اللہ کے معاملے میں ہم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔''

یہ بیعت محمد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ سے لی تھی۔ ہم نے اس کو ایک لفظ (فِي الْمَعْرُوْفِ) کے اضافہ کے ساتھ اختیار کر لیا۔ اس لیے کہ امیر تنظیم اسلامی کی بیعت مطلق نہیں ہے' شریعت کے دائرے کے اندر اندر ہے۔ امیر تنظیم شریعت کے کسی حکم کے خلاف حکم نہیں دے سکتا' البتہ اس دائرے کے اندر اندر جو حکم دے گا وہ (رفقاء تنظیم کے لیے) واجب التعمیل ہے۔

(3) جو لوگ یہ بیعت کر لیں اور وہ اپنے گھر پر' اپنی ذات پر اللہ کا دین حتی المقدور نافذ کر چکے ہوں' اب وہ یہی کام کریں کہ یہ دعوت لوگوں تک پہنچائیں ---- زبان سے' کتابوں سے' رسالوں سے' ویڈیوز سے' آڈیوز سے' گفتگوؤں سے اور خطاباتِ عام سے یہ پیغام عام کر دیں' تا کہ لوگ اس جماعت میں شامل ہوں' اور ان کی معتد بہ تعداد ہو جائے۔ پھر ان کی تربیت ہو۔ اور جب تک تعداد اتنی کافی نہ ہو جائے کہ پورے نظام کو چیلنج کیا جا سکے' اُس وقت تک یہی کام بالِلّسان کرنا ہے' زبان سے نیکی کی بات کرنی ہے' زبان سے برائی سے روکنا ہے اور ساتھ ساتھ تربیت کا عمل جاری رکھنا ہے۔ اور جب طاقت کافی ہو جائے' منظم بھی ہوں' واقعتاً اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لیے تیار بھی ہوں' تو اب ہم چیلنج کریں گے کہ ہم یہ فلاں حرام کام یہاں نہیں ہونے دیں گے' یا ہم نہیں یا یہ نہیں! گھیراؤ کریں گے' پکٹنگ کریں گے' جلوس نکالیں گے' دھرنے ماریں گے' اپنے سینے کھول کر کہیں گے کہ چلاؤ ہم پر گولی!

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت! نہ کشور کشائی!

جو کام ایرانیوں نے کیا وہ یہاں کرنا ہوگا۔ انہوں نے بیس ہزار سے تیس ہزار کے درمیان جانیں دے دیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شہنشاہ آریا مہر محمد رضا شاہ پہلوی کو جان بچا کر بھاگنا پڑا اور آیت اللہ خمینی پیرس سے نازل ہو کر وہاں کا حکمران بن گیا۔ یہ تو ہماری زندگیوں میں ہوا ہے' کوئی بہت پرانا معاملہ نہیں ہے' ابھی اس کو ربع صدی بھی نہیں ہوئی ہے۔ یہ کوئی ازمنہ قدیمہ کی تاریخ نہیں ہے۔

ہمارے ہاں غلطی یہ ہوئی کہ کچھ لوگوں نے سوچا کہ چلو الیکشن کا راستہ دیکھتے ہیں' ہمیں زیادہ ووٹ مل جائیں گے' حکومت ہماری ہو جائے گی تو ہم اسلامی نظام قائم کر دیں گے۔ لیکن یہ راہ یسیر راہ عسیر بن گئی' یہ شارٹ کٹ longest کٹ بن گئی۔ جماعت اسلامی نے

1951ء میں پہلی مرتبہ الیکشن میں حصہ لیا تھا' اب 2002ء میں لے رہے ہیں' لیکن ان 51 برسوں کا حاصل کچھ بھی نہیں۔ اور سوچئے' کیا آیت اللہ خمینی کی حکومت ایران میں الیکشن کے ذریعے قائم ہو سکتی تھی؟ قطعاً نہیں' ناممکن! اس اعتبار سے یہ نہ سمجھئے کہ میں آیت اللہ خمینی کی پوری دعوت اور ان کے عقائد کی تائید کر رہا ہوں۔ خمینی' وہ شیعہ ہیں' ہمارا ان کا بڑا اختلاف ہے' لیکن یہ کہ انقلاب برپا کرنے کے لیے اس وقت دنیا میں آخری قدم الیکشن نہیں ہے۔ پھر یہ کہ کسی طرح کی دہشت گردی کر کے اور کسی چھاپہ مار جنگ سے بھی اسلام نہیں آئے گا۔ لوگوں نے یہ راستے اختیار کر کے دیکھ لیے ہیں' لیکن کہیں کامیابی نہیں ہوئی' نہ الجزائر میں نہ مصر میں' حالانکہ بہت سے لوگوں نے جانیں دی ہیں اور خلوص کے ساتھ دی ہیں۔

عام طور پر یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ انتقالِ اقتدار کے دو ہی راستے ہیں' بلٹ یا بیلٹ۔ لیکن ان دونوں کے علاوہ تیسرا راستہ وہ ہے جو ایرانیوں نے دکھایا۔ اور حضورﷺ نے فرمایا ہے: ((اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا)) یعنی حکمت کی بات' دانائی کی بات' عقل کی بات' سمجھ کی بات وہ تو مومن کی گمشدہ متاع کی مانند ہے' جہاں سے بھی مل جائے مومن اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ چنانچہ جہاں سے ملے لے لو! شیعہ حضرات نے تو پاکستان میں بھی اپنا مطالبہ منظور کروا کے دکھا دیا تھا۔ ضیاء الحق صاحب نے زکوٰۃ آرڈیننس نافذ کیا تھا جس پر شیعہ بپھر گئے تھے کہ ہم حکومت کو زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ اندازہ کیجیے کہ مارشل لاء کی حکومت تھی' اور مارشل لاء ابھی بوڑھا نہیں ہوا تھا۔ 1977ء میں مارشل لاء آیا تھا اور ابھی 1980ء تھا۔ اس کا بڑا رعب اور دبدبہ تھا' لیکن پچاس ہزار افراد نے اسلام آباد میں جمع ہو کر مرکزی سیکرٹریٹ کا گھیراؤ کر لیا اور دھرنا مار کر بیٹھ گئے کہ ہمیں زکوٰۃ آرڈیننس سے مستثنیٰ کیا جائے۔ چنانچہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی ناک زمین پر رگڑی گئی اور اس نے یقین دہانی کرائی' تب وہ اٹھے۔ یہ طریقہ ہے کام کرنے کا۔ اگر گولی چلتی تو وہ جانیں دیتے۔ ایران میں گولیاں چلی ہیں اور مظاہرین نے جانیں دی ہیں۔ یہاں ضیاء الحق سمجھدار آدمی تھا۔ اسے معلوم تھا کہ شیعوں کے ایسے ہجوم پر اگر گولی چلا دی گئی تو پاکستان میں طوفان اٹھ کھڑا ہو گا۔ شیعہ آفیسرز آرمی میں' پولیس میں' بیوروکریسی میں اور ذرائع ابلاغ میں' ہر جگہ موجود ہیں۔ کہاں نہیں ہیں؟ اس لیے اس نے اپنی ناک نیچی کر لی اور ان کا مطالبہ مان لیا۔ یہ طریقہ ہے آج کی دنیا میں مطالبات منوانے کا' لیکن جیسا کہ میں نے کہا اس کے لیے وہ لوگ تیار ہو جائیں جو خود دین پر کاربند ہو چکے ہوں۔

اس وقت دنیا کے جو حالات ہیں اُن میں عالم اسلام خصوصاً ہمارے ملک میں شدید مایوسی کی کیفیت ہے۔ اس مایوسی کے ازالے کے لیے ہمیں ان احادیث کی ضرورت ہے جن کا میں نے حوالہ دیا ہے کہ ان میں حضورﷺ نے روشنی کی کرنیں دکھائی ہیں۔ چنانچہ نہ بش صاحب اترائیں' نہ شیرون اترائے۔ ایک زمانہ آئے گا کہ ایک ایک یہودی قتل ہو گا' اور عظیم تر اسرائیل بنانے کا جو یہ خواب دیکھ رہے ہیں' وہ ان کا عظیم تر قبرستان بنے گا۔ اس کی خبر دی ہے محمد رسول اللہﷺ نے' اور یہ ہو کر رہے گا۔ ابھی حالات ذرا خراب ہیں' لیکن درحقیقت جتنے بھی حالات خراب ہیں' اتنے ہی اعلیٰ مراتب حاصل کرنے کے مواقع زیادہ ہیں۔ حالات آسان ہو جائیں تو نیکی کا وہ اجر و ثواب نہیں ہوتا جو مشکل حالات میں کی گئی نیکی کا اجر و ثواب ہوتا ہے۔ مشکل حالات تو اہل ہمت کی ہمت میں مزید اضافہ کرتے ہیں ؎

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے!

ان حالات میں ہمارے لیے موقع ہے کہ ہم تن من دھن اللہ کی راہ میں لگائیں اور اللہ تعالیٰ سے اُس کے لیے عظیم سے عظیم تر اجر و ثواب پائیں۔

یہ ہے تنظیم اسلامی کی دعوت جو میں نے پیش کر دی ہے۔ میری گفتگو کا خلاصہ ایک مرتبہ پھر دیکھ لیجیے۔ ختم نبوت کے دو مفہوم: (1) حضورﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (2) حضورﷺ پر نبوت و رسالت کی تکمیل ہو گئی ---- تکمیل نبوت کے دو مظہر: (1) ہدایت خداوندی قرآن مجید میں مکمل ہو گئی اور اسے محفوظ کر دیا گیا۔ (2) دین حق کامل کر دیا گیا اسلام کی شکل میں: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ---- تکمیل رسالت کے دو مظہر: (1) حضورﷺ نے دین کو قائم کر کے دکھا دیا' وہ صرف نظری بات نہیں تھی' صرف کتاب میں لکھی ہوئی شے نہیں دی' بلکہ عملی نمونہ پیش کیا' حجت قائم کی۔ (2) حضورﷺ کی رسالت تمام دنیا کے لیے ہے۔ آفاقی اور گلوبل رسالت صرف حضرت محمدﷺ کی ہے' نہ عیسیٰ کی تھی' نہ موسیٰ کی تھی اور نہ ابراہیم کی تھی (علیہم الصلوٰۃ والسلام) ---- لیکن اس آخری بات کے کچھ عملی تقاضے ہیں۔ اس وقت تو حال یہ ہے کہ پوری دنیا میں ایک ملک بھی ایسا نہیں جہاں ہم یہ کہہ سکیں کہ پورا اسلام نافذ ہے اور دنیا کو دعوت دے سکیں کہ آؤ دیکھ لو' اپنی آنکھوں سے اسلام کی برکات کا مشاہدہ کر لو کہ یہ اسلام ہے۔ دوسرے یہ کہ حضورﷺ کی بعثت کا جو گلوبل تقاضا ہے' یعنی پوری دنیا پر اسلام کا غلبہ' اس کے لیے محنت و مشقت اور جدوجہد جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کی تھی' ہمیں بھی کرنی ہو گی۔ صحابہؓ نے مشقتیں جھیلیں' مصیبتیں اٹھائیں' آزمائشوں میں سے گزرے' عملاً امتحانات کی بھٹیوں میں سے گزرے' تب یہ کام کیا ہے۔ اسی کے لیے ہمیں اپنے آپ کو تیار کرنا ہے۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات ○○

❁❁❁

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

☆ حلقہ لاہور شرقی کے تاجپورہ اسرہ کے ملتزم رفیق محترم محمد شبیر وفات پا گئے۔

☆ حلقہ کراچی وسطی راشد منہاس جوہر 2 کے مبتدی رفیق محترم شاہد افتخار وفات پا گئے۔

☆ تنظیم اسلامی ملتان شمالی کے معتمد محمد یوسف جیلانی کے والد محترم وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0321-7484225

☆ حلقہ لاہور شرقی کی مقامی تنظیم ڈی ایچ اے کے نقیب اسرہ محترم انجینئر یحییٰ عطاء الحق کی اہلیہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0321-8469585

☆ تنظیم اسلامی کوٹ ادو کے اسرہ گلشن محمود کے نقیب محترم ڈاکٹر محمود رضا گجر کی ساس وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0333-6195708

☆ قرآن اکیڈمی کے کارکن محترم محسن عبداللہ کے دادا وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0304-1128268

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

پیغام

سالانہ اجتماع 2026ء کے حوالے سے

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کا رفقاءِ تنظیم اسلامی کے نام پیغام

رفقاءِ تنظیم اسلامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے آپ خیر وعافیت سے ہوں گے۔ تنظیم اسلامی کے سالانہ پلانر کے مطابق نومبر کے مہینے میں تنظیم اسلامی کے کل پاکستان سالانہ اجتماع کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ البتہ گزشتہ سال بھی سیلاب کی وجہ سے ہم مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور میں اجتماع منعقد نہ کر سکے تھے اور اب بھی انتظامی معاملات ایسے ہیں کہ بہاولپور میں اجتماع منعقد کرنا ممکن نہیں۔ لیکن پاکستان بھر میں زون کی سطح پر چار مقامات پر ہم یہ اجتماع منعقد کریں گے۔ وسطی پنجاب کے زون کا اجتماع ملتان میں ہوگا، شرقی پنجاب کے زون کا اجتماع لاہور میں ہوگا، کراچی اور بلوچستان کے رفقاء مل کر کراچی میں اجتماع منعقد کریں گے اور ملاکنڈ سمیت، شمالی پاکستان کے رفقاء کا اجتماع چھوہٹ، اسلام آباد میں ہوگا۔ ان شاء اللہ!

تاریخیں آپ تک پہنچ چکی ہیں 7، 8 اور 9 نومبر 2026ء (ہفتہ، اتوار اور پیر)۔ ہفتہ 7 نومبر نمازِ عصر کے ساتھ اجتماع کا آغاز ہوگا، اتوار 8 نومبر کو جاری رہے گا اور پیر 9 نومبر کو نمازِ ظہر سے قبل اس کا اختتام ہوگا۔ اتوار کو اکثر و بیشتر مقامات پر چھٹی ہوتی ہے اور پیر 9 نومبر کو سرکاری چھٹی ہے۔ اس لحاظ سے اس مرتبہ تھوڑا آسانی کا معاملہ بھی ہے۔ اس مختصر پیغام کا مقصد یہ یاددہانی ہے کہ ہم سب پکا ارادہ کرلیں، اخلاصِ نیت کے ساتھ شرکت کے لیے محنت اور تیاری کریں۔ انتظامی اعتبار سے مرکز کی سطح پر، زونز کی سطح پر، حلقوں، مقامی تنظیم اور اُسروں کی سطح پر ایک ایک رفیق شرکت کے لیے اپنی تیاری ابھی سے شروع کردے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم دعا بھی کریں: ((رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ)) "اے میرے رب آسانی کا معاملہ فرما، مشکل نہ فرما اور خیر کے ساتھ اس کام کو پایہ تکمیل کو پہنچا۔"

اللہ تعالیٰ ہر طرح کے شرور سے ہمیں محفوظ رکھے۔ عالمی حالات بڑے خوفناک ہیں، عالمی سطح پر جنگ کے سائے میں ہم نے پچھلی مرتبہ بھی اجتماعات منعقد کیے، اس مرتبہ بھی صورتحال مختلف نہیں ہے۔ ملک بھی انتشار کا شکار ہے۔ ان حالات میں سچی بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے، اللہ کی طرف پلٹنے، اللہ کے دین کی طرف لوٹنے کی زیادہ ضرورت ہے اور یہی ہماری اصل دعوت ہے جس پر ہم نے لبیک بھی کہنا ہے اور لوگوں کو بھی اس طرف متوجہ کرنا ہے۔

سالانہ اجتماع کے بہت سے فوائد ہیں جن سے مستفید ہونے کا یہ سنہری موقع ہے۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خلوصِ نیت کے ساتھ پکا ارادہ اور تیاری کریں۔ رفقاء اور ذمہ داران اپنے مواخاتی بھائیوں کو توجہ دلائیں۔ میری خواہش ہے اور توقع بھی کرتا ہوں کہ اس مرتبہ بھرپور شرکت ہو۔ ہر رفیق اپنی شرکت کو لازمی بنائے، کوئی انتہائی شرعی مجبوری یا معذوری ہو تو وہ الگ بات ہے۔ ہمارے انتہائی بزرگ رفقاء، صاحبِ فراش معذور رفقاء یا اللہ نہ کرے کہیں عوارض کا معاملہ ہو تو ایسی صورت میں اُن کی دعائیں ہمارے لیے بڑی قیمتی ہوں گی۔ جن رفقاء کو ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے تو وہ ابھی سے تیاری کریں، اپنی مصروفیات کو آگے پیچھے کرکے ہر صورت میں شرکت کو ممکن بنائیں اور اپنی شرکت کے متعلق ذمہ داران کو آگاہ بھی کریں۔ اللہ کے دین کی راہ میں نکلنے کا ثواب بھی ہوگا، اس میں جان، مال، وقت اور صلاحیتوں کا انفاق بھی شامل ہوگا، اس راستے میں جو مشکلیں اور تکالیف آئیں گی اُن کا بھی اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے گا اور بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا۔ ان شاء اللہ! اس وقت دنیا کے جو حالات ہیں، اُمتِ مسلمہ پر جو آزمائشیں، مصائب اور آلام اس وقت نازل ہو رہے ہیں، اُن کے متعلق آگاہی حاصل کرنا اور اُن سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنا وقت کا سب سے اہم تقاضا ہے۔ اپنی دعاؤں میں مجھے اور تمام رفقائے تنظیم کو شامل رکھیں اور اللہ سے دعا کریں کہ زونل سالانہ اجتماعات خیر وعافیت سے منعقد ہوں اور ہم سب اُن سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔ جزاک اللہ خیراً کثیراً والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گورنر راج، ایمرجنسی بمقابلہ عوامی مقبولیت

ابو موسیٰ

آج کل کسی روزنامہ میں کالم لکھنا کسی ہفت روزہ یا ماہنامہ میں لکھنے سے کسی قدر آسان اور مفید ہے اس لیے کہ بین الاقوامی اور ملکی حالات جس تیز رفتاری سے بدل رہے ہیں ہفت روزہ یا ماہنامہ جب تک قاری تک پہنچتا ہے تو بہت کچھ بدل چکا ہوتا ہے اور سوشل میڈیا تو تیز تر ہے یعنی صبح کا انتظار بھی نہیں کرنا پڑتا اور تازہ خبر آپ کی جیب سے لمحہ بہ لمحہ برآمد ہوتی رہتی ہے اس پر کہا جائے گا کہ سوشل میڈیا پر تو بہت کچھ جھوٹ ہوتا ہے لیکن اخبارات کا کیا حال ہے وہ پہلے ہی طاقت کے پاؤں تلے آ چکے تھے رہی سہی کسر پیکا قانون نے نکال دی اب یکطرفہ سچ ہے ورنہ جیل ہے۔ البتہ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ کے اندر غیر جانبداری ہے تو آپ سوشل میڈیا کی خبروں کی چھان پھٹک کریں پھر دوطرفہ رویوں پر خبر کو پرکھیں اور خود اس نتیجہ پر پہنچیں کہ سچ کیا ہے ورنہ آج پاکستان سمیت تمام پسماندہ خاص طور پر مسلمان ممالک میں سچ پر پردوں کی اتنی تہیں چڑھائی جا رہی ہیں کہ کھدائی کرکے کسی سچ کو پالینے کے لیے کسی نئے فرہاد کی ضرورت ہے۔ لیکن کیا اس کا یہ نتیجہ نکلنا چاہیے کہ قلم توڑ دو اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ کیونکہ قاری پڑھتے ہی کہہ دیتا ہے کہ یہ بات یہ خبر یہ اطلاع تو مجھے دس روز پہلے ہی معلوم تھی اور یہ کہہ کر ہفت روزہ کو ایک طرف رکھ دے گا۔ نہیں ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہنگامی اور اضطراری کیفیات وقتی اور عارضی ہوتی ہیں جبکہ عمومی کیفیات کو قرار حاصل ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھی جا سکتی ہے جیسے ایک دریا میں سیلاب کے حالات ہوتے ہیں یہ وقتی اور عارضی ہوتے ہیں دریا کا سیلاب اپنے فوائد اور نقصانات چھوڑ کر کچھ دنوں بعد سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ ملکی اور بین الاقوامی صورت حال مہینوں نہ سہی ایک آدھ سال میں ٹھہراؤ کی طرف آ جاتی ہے۔ قیامت کے قائم ہونے تک یہ مدوجزر اقوام کے نشیب و فراز کے فیصلے کرتا رہے گا تو اس کی درست، صحیح اور جامع خبرگیری یہ جریدے ہی کرتے رہیں گے لہٰذا ان کی ضرورت ہے یہ ناگزیر ہیں۔ قصۂ کوتاہ ہم بین الاقوامی اور خاص طور پر ملکی طور پر انتہائی ہنگامی حالات سے گزر رہے ہیں ویسے تو ہم بچپن سے ہی سنتے آ رہے ہیں کہ پاکستان دوراہے پر کھڑا ہے اور سنگین حالات سے دوچار ہے۔ ایسے ہی بار بار کے خراب اور خراب تر حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے تنظیم اسلامی کے بانی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے میز کے کناروں پر انگلی چلاتے ہوئے کہا تھا کہ پاکستان اہل پاکستان کی کرتوتوں سے کناروں سے نیچے گرنے کو ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ میز کو سیدھا کر دیتا ہے اور پاکستان کے بچنے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور یوں اللہ اپنی خصوصی مدد سے پاکستان کو بچالیتا ہے۔

شومیٔ قسمت اس وقت بین الاقوامی اور قومی دونوں حوالوں سے حالات ناگفتہ بہ ہیں۔ پہلے بین الاقوامی حالات پر گفتگو کر لیتے ہیں اس لیے کہ بین الاقوامی معاملات کے حوالے سے بھی پاکستان جگہ جگہ دکھائی دیتا ہے کہیں صلح صفائی کرواتے اور کہیں مک معاہدہ کے تحت سعودی عرب کے دشمنوں سے نبرد آزما ہوتے۔ کہیں امریکہ کے صدر ٹرمپ کو امن کے نوبل پرائز کے لیے recommend کرتے ہوئے، ہمارے وزیر محترم شہباز شریف اس سے پہلے امریکہ جا کر ٹرمپ کی تعریفوں کا پل باندھتے ہوئے نوبل پرائز دینے کی سفارش اور حمایت کر چکے ہیں تب صدر ٹرمپ نے کہا کہ ”محترم وزیراعظم آپ یہ سب کچھ میری بیوی کے سامنے بھی دہرا دیں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ ہمارے محترم وزیراعظم شہباز شریف کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی اور امن کا نوبل پرائز نوی لے اڑی۔ یہ تراسی (83) سالہ جنوبی افریقہ کی ہندو خاتون اس انعام کی زبردست حقدار تھی اُس نے سانحہ غزہ کی جس طرح نقشہ کشی کی اور جس طرح اسرائیل کو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا اور اُس کے ظلم و ستم کو جس طرح بیان کیا راقم کے لیے نوبل پرائز ایوارڈ کرنے والی کمیٹی کی یہ جرأت رندانہ تھی کہ حق بحق دار رسید۔ قارئین کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ دنیا بھر میں ٹرمپ کو امن کا نوبل پرائز دینے کی سفارش صرف دو ممالک پاکستان اور اسرائیل نے کی۔ ٹرمپ کی یہ ایوارڈ حاصل کرنے کی یہ خواہش بے ہنگم بھی تھی اور زبان زد عام بھی تھی اسی لیے ایوارڈ حاصل کرنے والی خاتون نے کہا کہ میں اور ٹرمپ یہ ایوارڈ نصف نصف کر لیتے ہیں۔ گویا بڑے توہین آمیز انداز میں ٹرمپ کو طنز کیا شاید اس لیے کہ جنوبی افریقہ کی حکومت کا اقتدار ٹرمپ کے سہارے کا محتاج نہیں ہے۔

امریکہ، ایران جنگ کے محاذ پر خاموشی چھائی ہوئی ہے اور یہ خاموشی یقیناً کسی طوفان کا پیش خیمہ ہے۔ اس لیے کہ آبنائے ہرمز اوّل تو بند ہے اور لولی لنگڑی چال چلتی ہے کچھ نہ کچھ جہاز گزر پاتے ہیں۔ امریکہ کہتا ہے کہ میرا اس پر قبضہ ہے اور ایران بھی قبضہ کا دعویٰ دار ہے۔ اس حوالے سے ایران کا پلہ بھاری دکھائی دیتا ہے بہرحال تیل کے سودے باز دولت سمیٹ رہے ہیں جن میں ٹرمپ بمع اہل و عیال شامل ہے لیکن دوسری طرف حوثیوں اور سعودی عرب کی جنگ اس وقت عروج پر ہے۔ ایران نے حوثیوں کے بارے میں لاتعلقی کا اظہار کیا ہے جو سفید جھوٹ لگتا ہے یمن کی حکومت جسے سعودی عرب کی مکمل حمایت حاصل ہے پچھلے دنوں بڑا جارحانہ انداز اختیار کرتی دکھائی دی۔ خبروں کے مطابق اُس نے بہت سے اہم مقامات سے حوثیوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا ہے۔ باب المندب کے قرب و جوار میں گھمسان کا رن پڑا ہے۔ کبھی حوثی اُس پر قابض ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور کبھی یمن کی حکومت یہ دعویٰ کرتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے دونوں صحیح معنوں میں باب المندب پر قبضہ کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی ایک فریق بھی مکمل قبضہ نہیں کر سکا۔ اگر حوثی باب المندب پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو دنیا کو تیل کے حوالے سے بدترین بحران کا سامنا ہوگا کیونکہ آبنائے ہرمز پر بھی ایران زیادہ کنٹرول رکھتا ہے۔

امریکہ، سعودی عرب اور حوثیوں کے درمیان جنگ میں ڈبل گیم کرتا دکھائی دیتا ہے وہ اعلانیہ طور پر سعودی عرب کی حمایت کرتا ہے اور حوثیوں کے خلاف بیان بازی کر رہا ہے کیونکہ اُسے سعودیوں کو اسلحہ فروخت کرکے مال کھرا کرنا ہے پھر یہ کہ اس سے تیل کی سپلائی بھی جاری رہے گی اور تیل کی قیمتیں زیادہ نہیں بڑھیں گی لیکن خفیہ طور پر حوثیوں کی مدد کرتا نظر آتا ہے مقصد ہے مسلمان آپس میں لڑ کر کمزور پڑیں اگر کل کلاں اسرائیل اپنے ہدف گریٹر اسرائیل کی طرف بڑھنے کے لیے سعودی عرب پر حملہ کرتا ہے تو سعودی حوثیوں سے جنگ کی وجہ سے کمزور پڑ چکا ہو۔ پاکستان مک معاہدہ کی وجہ سے سعودی عرب کی مدد کر رہا ہے پاکستان کا موقف ہے کہ وہ سعودی عرب کی حفاظت تو کرے گا لیکن سعودی عرب کی خاطر کسی دوسرے ملک سے جنگ نہیں کرے گا۔ البتہ حوثی الزام لگا رہے ہیں کہ پاکستان اُن پر حملے کر رہا ہے حال ہی میں 100 جنگی طیاروں نے حوثیوں کے ٹھکانوں پر بے شمار حملے کیے ہیں۔ حوثی سعودی عرب پر مسلسل حملے کر رہے ہیں انہوں نے دارالحکومت ریاض کے ایئرپورٹ پر حملہ کرکے طیاروں کو نقصان پہنچایا ہے ایک پائلٹ سمیت بہت سے

سعودی بلاک ہو گئے ہیں۔ راقم کی رائے میں امریکہ کی کوشش ہے کہ وہ اس جنگ کی آڑ میں ایران اور پاکستان میں تصادم کی کیفیت پیدا کردے اللہ نہ کرے ایسا ہو جو دونوں مسلمان ممالک کے لیے تباہ کن ہوگا۔ اُدھر ٹرمپ نے مڈٹرم انتخابات سے پہلے ایران پر حملہ نہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اوّل تو ٹرمپ انتہائی ناقابلِ اعتبار انسان ہے اُس کی کسی بات پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا پھر یہ کہ مڈٹرم انتخاب 3 نومبر کو یعنی دو ہفتوں میں ہو جائیں گے اُس کے بعد اگر ٹرمپ impeachment سے بچ گیا تو امریکہ ایران ایک بڑی جنگ یقینی نظر آتی ہے اور فرض کریں ٹرمپ صدر نہیں رہتا تب بھی راقم توقع نہیں کرتا کہ کوئی نیا صدر صیہونیوں کا ایجنڈا اور اُن کی خواہشات رد کر کے ایران سے اچھے تعلقات بنا سکے گا۔

جہاں تک پاکستان کے داخلی حالات کا تعلق ہے یہاں بھی گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے عجب بات ہے کہ دوسروں میں صلح کروائی جا رہی ہے لیکن ملک کے اندر ایک جماعت جو بلاشبہ سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے اُسے نکڑے لگایا جا رہا ہے اور واضح خواہش بلکہ اعلان سامنے آ رہا ہے کہ ہمیں یہ جماعت تو قبول ہو سکتی ہے لیکن اس کا بانی اور اصل سربراہ کسی طور پر قبول نہیں کسی صورت اُس کا وجود قبول نہیں یعنی تحریک انصاف صرف اُسی صورت میں قبول ہے اگر وہ اپنے بانی کو مائنس کرے کیونکہ ہم اُس پر کراس لگا چکے ہیں۔ KPK کے وزیر اعلیٰ سہیل آفریدی لانگ مارچ پر سوار ہیں بیچ کے بعض لوگوں کی وجہ سے مذاکرات شروع ہوئے جو دو دن چلتے رہے لیکن یہ ناکام ہو گئے کیونکہ ایک طرف کی ضد تھی کہ پہلے لانگ مارچ ختم کرو پھر مذاکرات آگے بڑھائے جا سکتے ہیں اور دوسری طرف اس بات پر اَڑ گئے تھے کہ جب تک ہم عمران خان سے ملاقات نہیں کریں گے بات آگے نہیں بڑھائیں گے۔ مولانا فضل الرحمٰن کو بیچ میں ڈالا گیا لیکن اُن سے بھی ہاتھ ہو گیا۔ انہیں کچھ یاددہانیاں کرائی گئیں لیکن اس دوران KPK میں گورنر راج اور ایمرجنسی دونوں لگا دی گئیں۔ اگر اٹھارویں ترمیم کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو ماہر آئین و قانون ہی نہیں عام آدمی کو بھی آسانی سے یہ بات سمجھ آجائے گی کہ کسی صوبہ میں گورنر راج تمام آئینی تقاضے پورے کر کے لگانا اگرچہ ناممکن نہیں لیکن انتہائی مشکل ہے لیکن بہرحال لگا دیا گیا۔ آگے بڑھنے سے پہلے قارئین کو بتاتے چلیں کہ پاکستان میں آج تک سولہ (16) مرتبہ گورنر راج لگ چکا ہے۔ فوری اور عارضی طور پر تو مرکز اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن بحیثیت مجموعی اور کلیتاً ملک و قوم کو اس کا نقصان ہی پہنچا اس مرتبہ اضافی بات یہ ہے کہ جو صوبائی حکومت گورنر راج کی زد میں آئی ہے اُسے صوبہ میں دو تہائی اکثریت حاصل ہے گورنر راج دو ماہ کے لیے ہوتا ہے اور دو بار اس میں توسیع کی جا سکتی ہے کل چھ ماہ سے زیادہ ایک صوبہ میں گورنر راج آئینی طور پر نہیں رہ سکتا۔ بہرحال آئین میں 26 ویں اور 27 ویں ترمیم کے بعد ملک میں عدلیہ ہے پر نہیں ہے لہٰذا فیصلے تو صرف طاقت کی بنیاد پر ہوں گے۔ ایک بات بڑی عجیب ہوئی وہ یہ کہ اس بحران کے درمیان مسئلہ صرف عمران خان کے حوالے سے چل رہا لیکن 12 اکتوبر سے اس میں دہشت گردی کے مسئلہ کو بھی گھسیٹ لیا گیا کہ صوبائی حکومت دہشت گردوں کے خلاف جنگ میں مرکز کو سپورٹ نہیں کرتی وغیرہ وغیرہ معلوم ہوتا ہے۔ عوامی سوچ کا رخ تبدیل کرنا مقصود تھا اس لیے کہ کون ہو گا جو بقائم ہوش و حواس دہشت گردی کی مخالفت نہیں کرے گا اور الزام لگا دیا کہ صوبائی حکومت دہشت گردی میں تعاون نہیں کر رہی تھی جبکہ صوبائی حکومت کا موقف تھا کہ ہمیں صرف طریقہ کار سے اختلاف تھا۔ PTI کے حوالے سے بھی یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اگر وہ اسلام آباد پہنچ بھی جاتے تو کنٹینروں کی دو دو لہروں سے اُنہوں نے سر پھوڑنا تھا کب تک کنٹینروں کے سرہانے بیٹھے ماتم کرتے رہتے کہ کوئی مثبت نتیجہ نکل آتا۔ کیا آپ یہ توقع کرتے تھے کہ حکومت کا رویہ یہ ہوگا کہ چونکہ تم دونوں اتنے دنوں سے کنٹینروں کے پاس کھڑے ماتم کر رہے ہو لہٰذا تمہارے مطالبات تسلیم کر لیتے ہیں یہ عقل سے عاری بات تھی۔ بہرحال گورنر راج اور ایمرجنسی لگ چکی ہے۔ صوبے کو نہ صرف ملک بلکہ دنیا بھر سے کاٹ دیا گیا ہے۔ نہ موبائل نہ انٹرنیٹ، نہ وائی فائی کوئی نہیں جانتا کہ صوبے کے اندر کیا ہو رہا ہے۔ کچھ جھوٹی خبریں حکومت دے رہی ہے تو کچھ فیک ویڈیوز PTI چلا رہی ہے۔ حکومت سے سوال ہے کب تک صوبے میں ہنگامی صورتِ حال رکھو گے اور کیا ان حکومتی اقدام سے ملک میں PTI مزید پاپولر نہیں ہو جائے گی آخر کب تک ایمرجنسی رکھو گے اور جب بھی انتخابات کرواؤ گے تو کیا اس بار فارم 47 بھی چل سکے گا یا کچھ اور ہی کرنا پڑے گا۔

بہرحال پاکستان اس وقت بدترین سیاسی بحران کا شکار ہے اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جس ملک میں سیاسی عدم استحکام ہو وہاں معاشی ترقی ممکن نہیں۔ جبکہ ہمارا سیاسی عدم استحکام ایک خطرناک صورتحال اختیار کر چکا ہے جس نے تشویشناک بلکہ خوفناک بحران کی صورتحال اختیار کر لی ہے۔ ہمارا قرضہ ہمارے جی ڈی پی کا 70 فیصد سے زائد ہو چکا ہے ایسی حالت میں پاکستان ڈیفالٹر قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن موجودہ حکومتی سیٹ اپ جس طرح خطے میں امریکی مفادات کی دیکھ بھال کر رہا ہے لہٰذا امریکہ کے نزدیک پسندیدہ ملک ہونے کی وجہ سے ہمیں آفیشلی دیوالیہ ڈیکلیئر نہیں کیا جا رہا۔ پاکستان اقتصادی لحاظ سے MENA زون میں ہے جو مڈل ایسٹ نارتھ افریقہ کا مخفف ہے۔ اس زون میں پاکستان کے علاوہ افغانستان شام، یمن اور کچھ دوسرے غریب ممالک ہیں۔ ورلڈ بینک نے ایک تحقیقی رپورٹ شائع کی ہے جس کے مطابق ان ممالک میں جتنے افراد غربت کی لکیر کے نیچے ہیں ان کا 48 فیصد پاکستان میں ہے۔ گویا اس زون میں مجموعی طور پر غربت کی لکیر کے نیچے افراد میں سے تقریباً آدھے پاکستان میں رہتے ہیں۔ پاکستان بری طرح قرضوں کے انبار نیچے دبا ہوا ہے۔ سیاسی ابتری کی وجہ سے نہ صرف بیرونی تجارتی کمپنیاں پاکستان سے بھاگ رہی ہیں بلکہ پاکستان کے سرمایہ دار بھی پاکستان سے باہر سرمایہ کاری کرنے پر مجبور ہیں۔ حال ہی میں ایک رپورٹ کے مطابق جنوبی ایشیا میں پاکستان اور افغانستان بدترین بھوک زدہ ممالک قرار دیے گئے ہیں۔ دنیا میں 31 مقروض ممالک کی ایک تنظیم بنی ہے پاکستان کو اس کی سربراہی دی گئی ہے۔ وزیر اعظم شہباز شریف نے اپنے اس چار سالہ دورِ حکومت میں غیر ملکی دوروں کا نیا ریکارڈ قائم کیا ہے لیکن ایک پھوٹی کوڑی کی سرمایہ کاری نہیں ہو سکی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا بھر کا سرمایہ کار اپنا سرمایہ لگانے سے پہلے اس ملک کی سیاسی صورتحال دیکھتا ہے اور جائزہ لیتا ہے کہ ملک کی بنیادیں مضبوط ہیں یا نہیں۔ انہیں خطرہ ہوتا ہے کہ ملک ڈوبنے کے ساتھ کہیں ان کا سرمایہ بھی نہ ڈوب جائے۔ بہرحال ہم اپنی پالیسیوں کی وجہ سے اور خاص طور پر اقتدار کی چھین جھپٹ سے جس مقام پر پہنچ گئے ہیں اس سے ملک کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ آج کی دنیا میں عوام کی اکثریتی رائے کو نظر انداز کر کے اور طاقت کی بنا پر مسلط ہونا بڑا مہنگا پڑ سکتا ہے۔ پہلے بھی ہم مشرقی پاکستان میں اکثریتی رائے کو طاقت سے ختم کرنے کے نتائج بھگت چکے ہیں۔ تمام سٹیک ہولڈرز سے دست بستہ عرض ہے کہ ملک کے وجود کو داؤ پر نہ لگایا جائے افہام و تفہیم اور مذاکرات سے تمام مسائل حل کر لیے جائیں۔ لڑائی جھگڑے اور شدت پسندی مسئلے کا حل نہیں پیدا کرتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا گورنر راج اور ایمرجنسی مقبولیت میں مزید اضافہ کا باعث نہیں بنے گی؟ اہلِ پاکستان سے درخواست ہے کہ پاکستان کی سلامتی کے لیے کردار ادا کریں۔ اللہ پاکستان کو تاقیامت قائم رکھے۔ آمین یارب العالمین!

❁❁❁

بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

خالد نجیب خان

انتخابات کے نتائج میں بندوں کی تعداد بڑھانے کے لیے جو جتن کیے جاتے ہیں، اُن کو دیکھ کر انسانیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ انتخابات اگر بھارت میں ہو رہے ہوں تو اُس کا خمیازہ پاکستان کو بھگتنا پڑتا ہے کہ حکمران جماعت اپنے ووٹروں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے اپنی ہی سرزمین پر جھوٹ موٹ کے حادثات کرا لیتی ہے اور الزامات پاکستان پر ڈال دیے جاتے ہیں۔ امریکہ میں ملڈرم انتخابات ہوں تو وہاں کا حکمران بھی ووٹ حاصل کرنے کے لیے دنیا بھر میں کہیں نہ کہیں جنگ چھیڑ لیتا ہے اور اس جنگ کو ناگزیر ثابت کرنے کے لیے زمین آسمان ایک کر دیتا ہے۔

انتخابات میں ووٹروں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے مروجہ طریقۂ واردات کی جھلک اب ناجائز ریاست اسرائیل کے حکمرانوں تک بھی پہنچ چکی ہے، جہاں اسی ماہ کی 27 تاریخ کو عام انتخابات ہونے جا رہے ہیں۔ حالانکہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ برائی کا آغاز ہی وہاں سے ہوتا ہے۔ یہاں حکمران جماعت لیکوڈ پارٹی کے سربراہ نتن یاہو نے گزشتہ چند برسوں میں جو جنگی جرائم کیے ہیں، اُن کی وجہ سے اُس کی مقبولیت دنیا بھر میں تو کم ہوئی ہی ہے، اپنے ملک میں بھی بہت کم ہوئی ہے۔ واضح رہے کہ وہ پہلی مرتبہ 1993ء میں لیکوڈ پارٹی کا سربراہ منتخب ہوا اور 1996ء میں پہلی بار وزیراعظم بن گیا اور 1999ء تک اس عہدے پر رہا۔ بعد میں 2009ء میں پھر وزیراعظم بننے کا موقع ملا تو 2019ء تک اس عہدے پر براجمان رہا۔ اس دوران اُس کی مقبولیت کم ہوتی چلی گئی۔ 2019ء اور 2022ء کے درمیان چار مرتبہ انتخابات ہوئے مگر اُس کے لیے حکومت بنانا ممکن نہ ہوا۔ آخرکار 2022ء میں اقتدار ملا تو گویا فلسطین پر ظلم وستم کا بازار گرم کرنے کا لائسنس مل گیا، مگر بڑھتے ظلم کے بعد اُسے اپنے عوام کی طرف سے نئی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، حتیٰ کہ دو سال قبل جب بین الاقوامی فوجداری عدالت آئی سی سی میں جنگی جرائم کا مقدمہ قائم ہوا اور اُس کے وارنٹ گرفتاری جاری کیے گئے تو اندرون اسرائیل بھی اُس کے خلاف بڑی ریلیاں اور جلوس نکالے گئے، جو اس بات کا مظہر تھے کہ اُس کی مقبولیت کم ہو رہی ہے۔

اقتدار کا نشہ بہر حال ایسا ہے کہ ایک مرتبہ اگر ایک روز کے لیے اتفاقاً بھی مل جائے تو اپنے اثرات چھوڑ جاتا ہے، کجا یہ کہ حصولِ اقتدار کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا ہو۔ ایسے میں ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے اگر ایک آدھا اپنا مسافر طیارہ بھی خطرے میں پڑ جائے تو بعض سیاست دان اسے بھی سیاسی موقع سمجھنے لگتے ہیں۔ ماضی میں اپنے دو مسافر طیارے اور ایک بڑی عمارت تباہ ہونے کے واقعے کو بنیاد بنا کر ایک بڑے ملک نے دنیا بھر میں جو سیاسی اور عسکری مقاصد حاصل کیے، اُن کے مقابلے میں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دبئی سے تل ابیب جانے والی فلائی دبئی کی پرواز میں ہونے والے واقعے سے اسرائیل ہی نہیں، پورے خطے میں ہلچل پیدا ہو گئی ہے۔ 30 ستمبر کو پرواز FZ1073 میں مبینہ طور پر شریک پائلٹ نے کاک پٹ میں کپتان پر حملہ کیا، جس کے بعد طیارہ اچانک خطرناک انداز میں نیچے آیا۔ مسافروں اور عملے کی مداخلت سے حملہ آور پر قابو پایا گیا اور طیارے کو سعودی عرب کے شہر تبوک میں ہنگامی لینڈنگ کرنا پڑی۔ واقعے کی باقاعدہ تحقیقات جاری ہیں اور اس کے محرکات کے بارے میں تادمِ تحریر حتمی بات سامنے نہیں آئی اور توقع ہے کہ ناجائز ریاست کے عام انتخابات کے نتائج آنے تک نہیں آئیں گے۔

کیا یہ محض اتفاق ہے کہ یہ واقعہ اسرائیل کے عام انتخابات سے چند ہفتے پہلے پیش آیا اور اس سے ایک روز قبل ہی نتن یاہو نے انتخابات کے دوران ممکنہ حملوں کے خطرے کے حوالے سے خبردار بھی کیا تھا۔ اور پھر جیسے ہی طیارے کا واقعہ سامنے آیا، اسرائیل میں یہ بحث شروع ہو گئی کہ کیا وزیراعظم نے کسی ممکنہ خطرے کی پہلے سے اطلاع حاصل کر لی تھی یا محض عمومی نوعیت کی سیاسی پیش گوئی کی تھی۔ حزبِ اختلاف نے الزام عائد کیا ہے کہ نتن یاہو اس واقعے کو اپنی سیکیورٹی کی اہلیت ثابت کرنے کے لیے سیاسی طور پر استعمال کر رہا ہے۔ یہاں اصل سوال یہ نہیں کہ نتن یاہو نے اس واقعے سے سیاسی فائدہ اٹھایا یا نہیں، اصل سوال یہ ہے کہ کیا جدید جمہوریت میں ووٹر کی رائے اس قدر آسانی سے خوف کے زیرِ اثر لائی جا سکتی ہے؟

جواب اگر اثبات میں ہے تو پھر ہمیں جمہوریت کے اُس دعوے پر بھی نظرِ ثانی کرنا ہو گی جس میں کہا جاتا ہے کہ عوام آزادانہ اور غیر جانب دارانہ ماحول میں اپنے نمائندے منتخب کرتے ہیں۔ کیونکہ خوف زدہ آدمی عموماً دلیل نہیں سنتا، وہ پناہ تلاش کرتا ہے اور کسی سیاست دان کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی انتخابی نعمت نہیں کہ وہ خود کو عوام کی پناہ گاہ بنا کر پیش کر سکے۔

نتن یاہو کے لیے مسئلہ صرف ایک طیارے کا واقعہ نہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ 7 اکتوبر 2023ء کے حملے نے اُس حکومت کے اُس بنیادی دعوے کو شدید نقصان پہنچایا تھا کہ اسرائیل کی ریاست اپنے شہریوں کو مکمل سیکیورٹی فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اب انتخابات کے موقع پر ہر نیا سیکیورٹی واقعہ اُس بنیادی سوال کو دوبارہ زندہ کرتا ہے کہ جو حکومت اپنے شہریوں کو اُس بڑے حملے سے نہ بچا سکی، وہ آئندہ انہیں کیسے محفوظ رکھے گی؟ یہی وجہ ہے کہ طیارے کا واقعہ محض ایک فضائی حادثہ یا مبینہ حملہ نہیں رہا بلکہ انتخابی سیاست کا موضوع بن چکا ہے۔

یہ بھی عجیب ستم ظریفی ہے کہ جو ریاست فلسطینیوں کے لیے ہر روز ”سیکیورٹی“ کے نام پر بم برسانے کو اپنا حق سمجھتی ہے، اُس کے اپنے شہری اب ہر ممکنہ خطرے کو اسی عینک سے دیکھنے پر مجبور ہیں۔ سیکیورٹی کا وہی بیانیہ جو برسوں سے فلسطینیوں کے خلاف استعمال ہوتا رہا، اب اسرائیلی سیاست کے اندر بھی انتخابی نعرے کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں ایک شہری کے خوف کو ووٹ میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جبکہ ایک فلسطینی کے خوف کو دہشت گردی کا نام دے کر ختم کرنے کی۔

دنیا بھر کی انتخابی سیاست کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ سیاسی جماعتیں عوام کو اپنے کارناموں کا حساب دینے کے بجائے اُن کے خوف کا حساب رکھتی ہیں۔ معیشت خراب ہو تو دشمن کا نام لیا جاتا ہے، بے روزگاری بڑھے تو قومی سلامتی خطرے میں بتائی جاتی ہے، عوام حکومت سے سوال کریں تو کوئی نیا بیرونی خطرہ دریافت کر لیا جاتا ہے، اور انتخابات قریب آئیں تو اچانک قوم کو معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے گرد سازشوں کا جال بچھا ہوا ہے اور ملک تاریخ کے نازک ترین موڑ سے گزر رہا ہے۔ یوں ووٹر اپنے گھر کے خالی چولہے، مہنگائی، بے روزگاری اور حکومتی ناکامیوں کو بھول کر سرحد پار کے دشمن کو دیکھنے لگتا ہے۔

لیکن اس سارے کھیل میں شاید سب سے زیادہ قابلِ رحم خود ووٹر ہے۔ وہ چار یا پانچ سال کے لیے اپنا نمائندہ منتخب کرتا ہے، مگر انتخاب کے دن تک اُس کے سامنے اتنا خوف کھڑا کر دیا جاتا ہے کہ وہ یہ پوچھنا ہی بھول جاتا ہے کہ جس شخص کو وہ ووٹ دینے جا رہا ہے اُس کی گزشتہ سالوں کی کارکردگی کیا ہے؟ اُس نے تعلیم کے لیے کیا کیا، صحت کے لیے کیا کیا، روزگار کے لیے کیا کیا، امن کے لیے کیا کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس نے اپنے وعدوں میں سے کتنے پورے کیے؟

یہی وہ مقام ہے جہاں جمہوریت محض اعداد کا کھیل بن جاتی ہے۔ بندے گنے جاتے ہیں، تولے نہیں جاتے۔ ووٹوں کی تعداد شمار ہوتی ہے، ووٹر کے شعور کا وزن نہیں کیا جاتا۔ جلسے میں کتنے لوگ آئے، یہ خبر بن جاتی ہے؛ یہ خبر نہیں بنتی کہ ان لوگوں میں سے کتنے اپنے ووٹ کی قدر اور ذمہ داری سے واقف تھے۔ پارلیمنٹ میں کتنے ارکان حکومت کے ساتھ ہیں، یہ اہم ہو جاتا ہے؛ یہ اہم نہیں رہتا کہ وہ ارکان اپنے ضمیر کے ساتھ کہاں کھڑے ہیں؟

اسرائیل کے موجودہ انتخابات بھی اسی بڑے سوال کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ 27 اکتوبر کے انتخابات میں نتن یاہو کی جماعت لیکود اگر سب سے بڑی جماعت بن بھی جائے تو حکومت سازی کے لیے اُسے اپنے اتحادیوں کے ساتھ اکثریت درکار ہوگی۔ تازہ انتخابی جائزوں میں اُس کے اتحاد کی پوزیشن اب بھی اکثریت سے خاصی نیچے دکھائی دے رہی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مقابلہ خاصا سخت ہے۔ ایسے میں ہر سکیورٹی واقعہ، ہر ممکنہ خطرہ اور ہر خوفناک خبر سیاسی اہمیت اختیار کرے گی۔ ابھی تو یہاں کسی کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ وہاں پر انتخابی نتائج مرتب کرنے کے لیے فارموں کی کل تعداد 45 ہے یا 47؟

بہرحال سوال یہ ہے کہ کیا ایک قوم کو ہمیشہ خوف کے سہارے چلایا جا سکتا ہے؟ کیا ہر انتخاب سے پہلے کوئی نیا دشمن پیدا کرنا ضروری ہے؟ کیا ہر سیاسی ناکامی کو قومی سلامتی کے پردے میں چھپایا جا سکتا ہے؟ اور کیا عوام ہمیشہ یہ مانتے رہیں گے کہ اُن کی حفاظت صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کی حکومت میں اُن کی حفاظت پہلے ہی سوالیہ نشان بن چکی ہو؟

شاید وقت آ گیا ہے کہ دنیا بھر کے ووٹرز یہ معمولی سا سوال پوچھنا شروع کر دیں کہ ہمیں ڈرایا کیوں جا رہا ہے؟ اگر کسی حکمران نے اچھا کام کیا ہے تو اُسے اپنی کارکردگی دکھانی چاہیے، دشمن کا خوف نہیں۔ معیشت بہتر کی ہے تو اُس کے ثبوت پیش کرنے چاہییں، جنگ کی تصویریں نہیں۔ اگر عوام محفوظ ہیں تو انہیں بار بار خطرات سے آگاہ کر کے خوف زدہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جمہوریت میں اصل طاقت بندوں کی تعداد نہیں، اُن کے شعور کی ہوتی ہے۔ مگر جب شعور کے بجائے خوف کو ووٹ دینے کا ذریعہ بنا لیا جائے تو پھر انتخابات عوامی فیصلے سے زیادہ نفسیاتی مہم بن جاتے ہیں اور نفسیاتی جنگ میں سچ، جھوٹ، حادثہ، خطرہ اور سیاسی مفاد سب ایک دوسرے میں یوں گڈمڈ ہو جاتے ہیں کہ آخر میں عوام کے پاس صرف ایک چیز بچتی ہے جسے خوف کہا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خوف محض انسان کا دشمن نہیں بلکہ ایک ایسا اشارہ ہے جو اُسے متنبہ کرتا ہے کہ اس کی کوئی اہم چیز داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ سیاست دان اسی انسانی کمزوری کو سمجھ کر جب خوف کو اپنی انتخابی مہم کا ایندھن بناتے ہیں تو ووٹر مسائل کا تجزیہ کرنے کے بجائے خطرے سے نجات حاصل کرنے والے ہاتھ کی تلاش شروع کر دیتا ہے۔ مسئلہ یہ نہیں کہ بندے کتنے ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ بندے کس بات پر کھڑے ہیں۔ انتخابات کا حسن یہ نہیں کہ کتنے ووٹ حاصل کر کے اقتدار لیا گیا، اصل حسن یہ ہے کہ اقتدار حاصل کرنے کے لیے کتنے سچ بولے گئے۔ ورنہ بندوں کو گننا تو آسان ہے، انہیں تولنا ذرا مشکل کام ہے۔ اور شاید اسی لیے دنیا بھر کے حکمران بندوں کو گنتے ہیں، تولتے نہیں۔

(نوٹ: یہ مضمون صرف ناجائز ریاست اسرائیل میں ہونے والے عام انتخابات کے تناظر میں لکھا گیا ہے، پائی جانے والی کوئی بھی مماثلت اتفاقیہ ہوگی۔)

❁❁❁

احترام لازم ہے

محترمہ آمنہ خواجہ

اخبار کی پیشانی ہے
آیت قرآنی ہے
ساتھ یہ ہدایت ہے
احترام لازم ہے
بات تو بجا ہے یہ
درست! جو کہا ہے یہ
اللہ کی نشانی ہے
ادب کے سب قرینوں کا
اہتمام لازم ہے
ہاں، احترام لازم ہے۔
پوچھنا مگر یہ تھا
یہ احترام کیسے ہو؟
شعائرِ ربانی کی
عزت و تعظیم کا
احترام کیسے ہو؟
سر اپنا ہم جھکائیں گے
آنکھوں سے بھی لگائیں گے
اونچی جگہ دھریں گے ہم
ہاں یوں ادب کریں گے ہم
عرض تو ہے یہ مگر
اخبار کی اسی سطر
سے کچھ ہی دور ہوں اگر
اسی صفحے پہ جلوہ گر
ترک حسینائیں بھی
کفر کی ادائیں بھی
تصویر میں عریانی ہو
آیت کی نافرمانی ہو
تو احترام چہ معنی؟
ادب سے سر جھکانے کا
سب اہتمام چہ معنی؟
سوچیے ذرا ذرا
آپ بھی بہر خدا
تضاد ہے کھلا ہوا
مذاق ہے نہیں یہ کیا؟
درج اوپر آیت بھی
اور بت گری کی صنعت بھی
قرآن کی عبارتیں
اور لہو کی تجارتیں؟
انکار بھی، اسلام بھی؟
تاکید احترام بھی؟؟!!

کھائیو مت فریبِ ہستی

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

12 ستمبر سے کنٹینر پکڑے روکے دھرے جانے لگے۔ پی ٹی آئی مارچ کی پکار کے ساتھ ساتھ سیکورٹی والوں کی تعیناتی اور راستوں کو بند کر کے 19 ستمبر تک لانگ مارچ بندش کا اہتمام کیا جا چکا تھا۔ مذاکرات، مارچ کی تاریخ بدلنے کی کہانی کے بیچ شہری شش و پنج میں مبتلا اپنے اہم پروگرام طے، ملتوی کرتے رہے۔ پھر ہوا وہی جو ہماری لاغر نحیف و نزار جمہوریت کا خاصا ہے۔ شاید اسی 'جمہوریت' پر مرزا غالب کی دوررس شاعری پکار اٹھی تھی:

ہاں کھائیو مت فریبِ ہستی
ہر چند کہیں کہ 'ہے'، نہیں ہے

سو وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ خیبر پختونخواہ کی صوبائی حکومت، وفاقی حکومت نے گود لے لی۔ گورنر راج نافذ ہو گیا۔ ایمرجنسی لگا دی اور گیارہ رکنی ٹیکنو کریٹ مشاورتی کونسل صوبے کی دیکھ بھال فرمائے گی۔ راولپنڈی، اسلام آباد مابین فیصلے طے پائیں گے۔ وجہ 'دہشت گردی کنٹرول نہ ہونے کو قرار دیا گیا'۔ اگرچہ ہر طرف سوال اٹھ رہا ہے کہ بلوچستان میں شدید ترین حالات کے باوجود وہاں کیونکر یہ اقدام نہ اٹھایا گیا۔ مگر ہر سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا! تو خامشی ہی بھلی! تجزیہ نگار، دانشور، قانون، آئین پسند طبقات بھی اس پر معترض اور ناخوش ہیں۔

مولانا فضل الرحمان کو حکومت اور کے پی وزیر اعلیٰ مابین ثالثی کا کردار ادا کرنے کو وزیر اعظم نے کہا تھا۔ مگر پھر بڑے حکم کے تحت اچانک ہنگامی حالت اور گورنر راج کا نفاذ کر دیا گیا۔ اسے مولانا فضل الرحمان نے قطعی مسترد کرتے ہوئے عوام، عدالت، پارلیمان، ہر فورم پر جانے کا عزم ظاہر کیا۔ 'جمہوریت کی رٹ لگانے والوں نے جمہوریت قتل کر ڈالی۔ شہباز شریف سے پوچھیں کہ آپ اپنے فیصلے خود کر رہے ہیں یا کوئی اور'۔ یہ تبصرہ تھا حکومت توڑنے پر اُن کا۔ مگر آج جب نام نہاد 'جمہوریت' بین الاقوامی طور پر ٹرمپ، نتن یاہو کو برداشت کر رہی ہے۔ بڑے بھاری بھرکم آئینی اصول و ضوابط روندے جا چکے ہیں تو ہم کشکولی جمہوریت والے کیا کہنے کے لائق ہیں!

ٹرمپ نے تو یہ بھی ٹویٹ کیا تھا کہ 'چاند ہمارا ہے' ساتھ امریکی جھنڈا نتھی کر کے! ہم نے تو کہا تھا کہ اب 'ناسا' دنیا پر یہ احسان کرے کہ ٹرمپ کو ہفتہ بھر کی آکسیجن کی سپلائی دے کر ایک ماہ کے لیے چاند پر نتن یاہو کے ہمراہ بھیج دے۔ تجربہ کامیاب رہا تو دہرایا جا سکتا ہے مزید قیام امن کے لیے دیگر جگہ بھی!

12 اکتوبر، بین الاقوامی طور پر 'یوم دختر' (بیٹیوں کے دن) کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اگرچہ ہم مسلمان سال کے دنوں میں بٹوارے کر کے ایک، ایک دن جو تھے میں 'ماں کا دن'، استاد، باپ، بچے، عورت...... کا دن والا قضیہ نرا مذاق سمجھتے ہیں۔ ہماری تہذیبی روایات میں ہر دن بھرپور احساس ذمہ داری کے ساتھ سبھی کے حقوق کے تحفظ و احترام کا دن ہوا کرتا ہے۔ ایک دن پھولوں کا گلدستہ، کیک، چاکلیٹ، مسکراہٹ، میٹھا جملہ اچھال کر سال کے باقی دن نفس کی پوجا پاٹ میں کھو جانے کا تصور نہیں۔ ہم اعلیٰ ترین ہستی کے حضور جواب دہ ہونے کی بنا پر طے شدہ نصاب (قرآن کریم) اور اساتذہ، خاتم النبیین محمد ﷺ، ابراہیم علیہ السلام جیسے باپ، اسماعیلؑ اور یوسفؑ جیسے بیٹے اور پاکیزہ جوانی کا بے مثل نمونہ، امہات المومنینؓ جیسی مائیں، سیدہ فاطمہؓ و بنات مطہراتؓ جیسی بیٹیاں رکھنے کی بنا پر مالا مال ہیں۔ اہل مغرب دن مناتے ہیں بچوں کا اور کردار لاتے ہیں اپسٹین جیسے لائق نفرین!

بہر طور اگر بیٹی کا تذکرہ کرنا ہی ہے تو بیٹیوں کی تربیت اور تحفظ میں ہمارا ریکارڈ بہت لائق تحسین نہیں ہے۔ 22 سالہ گولڈ میڈلسٹ اسلامک یونیورسٹی کی لائبہ اعجاز کے انتہائی دردناک، افسوسناک انجام میں کسے ذمہ دار ٹھہرائیں؟ لائبہ اعجاز نے امریکہ جا کر اعلیٰ تعلیم کی خاطر 70 لاکھ روپے، (باپ نے پلاٹ بیچا، ماں نے زیور گروی رکھوایا) امریکی ویزا فراہم کرنے کے لیے ایجنٹ کے حوالے کیے۔ کاغذات سب جعلی نکلے، ایجنٹ غائب، خواب چکنا چور۔ پیسہ تباہ! لائبہ کی لاش درخت سے لٹکی ہوئی پائی گئی۔

زمینی حقائق، معاشرتی ابتری، بدکرداری، فراڈ سے تعلیم یافتہ بچی اتنی لاعلم رہی؟ گھروں، خاندانوں نے بچیوں کو تنہا بھاری مستقبل کے انوکھے خواب آنکھوں میں سجانے اور انہیں پورا کرنے کے لیے تن تنہا بھاری رقوم دفاتر میں بیٹھے مافیاز کے حوالے کرنے کو کھلا چھوڑ دیا؟ اساتذہ نے بھی مکمل رہنمائی نہ دی۔ گویا ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ میں داخلہ نہ ہوا۔ یہاں کہیں چپّا وطنی کے کسی ادارے میں مستقبل سنوارنے جانے کی بات ہو گئی!

اخبارات، نیٹ، میڈیا پر خبروں کی بھرمار رہتی ہے۔ طالبات، اساتذہ، مستقبل ساز رہنمائی (یونیورسٹیوں ہی میں) کیا یہ نہیں بتاتی کہ دنیا میں جرائم (بالخصوص پاکستان) کتنے بے پناہ ہیں۔ نوجوانوں، مردوں کا یورپ جانے، اعلیٰ ملازمتوں پر پھانسوں، لوٹ مار کے کتنے گینگ ہیں۔ معصوم سادہ بچی شدت احساس سے خود اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی؟ یہ ہے ہمارا اکتوبر 2026ء کا یوم دختر؟ اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ تعین کیجیے۔ فوری! کیونکہ ایف آئی اے کے مطابق ماہانہ سٹوڈنٹ ویزوں پر 300 سے زائد فراڈ کی شکایات درج ہوتی ہیں۔ جن میں سے 90 فی صد، جی 10 (اسلام آباد) بلیو ایریا اور راولپنڈی صدر سے متعلق ہیں۔ (بچی سے فراڈ جی 10 سے ہوا)۔ سیاستیں چھوڑ کر، (کیونکہ اسی 'یوم دختر' پر حکومتی جماعتیں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ، KP حکومت ٹوٹنے کی خوشیاں منا رہی تھیں۔) کریک ڈاؤن قوم کے ایسے مجرموں پر کریں۔ نیز ڈاکٹر مودت رانا، ماہر نفسیات، (ہیلپ لائن) کا کہنا تھا کہ روزانہ 200 کالز آتی ہیں بیرون ملک جا کر پڑھنے کے لیے فراڈ ہونے پر، ڈیپریشن کی!

پاکستانیوں کی فراڈ کے شعبے میں ذہانت و فطانت ملاحظہ ہو۔ ایک پاکستانی نے امریکی پوسٹل سروس سے بھی 126 ملین ڈالر کا فراڈ کر ڈالا۔ اس سے ہماری تعلیم، تربیت، اخلاقی گراوٹ کا عالم بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

7 اکتوبر 2023ء کے حوالے سے مغرب میں ہفتہ اتوار کی چھٹی پر بھرپور ریلیاں، مظاہرے، پروگرام کیے گئے۔ 10 اکتوبر کو غزہ میں نسل کشی کے خلاف اسرائیل کی بھرپور مذمت اور مغربی کنارے پر فلسطینیوں کو اسرائیلی اپار

تھائیڈ کا سامنا کرنے پر شدید احتجاج کیا۔ صرف یورپ میں 176 اور دنیا بھر میں ایسے 325 پروگرام/ایونٹ ہوئے۔ لندن میں دو لاکھ 50 ہزار نے مارچ میں شرکت کی۔ برطانوی پارلیمنٹ تک گئے۔ دو منٹ کی خاموشی شہداء کے سوگ میں اختیار کی۔ برطانوی حکومت سے اسرائیل کو اسلحے کی ترسیل بند کرنے کا مطالبہ کیا۔ نسل کشی اب بھی جاری ہے کیونکہ بظاہر اکتوبر 2025ء جنگ بندی کے بعد بھی 1400 افراد شہید کیے گئے بشمول 327 بچے۔ آئرلینڈ میں ہزاروں نے ملک کا اکیسواں قومی مظاہرہ کیا۔ جبکہ مسلمان ممالک کا ذکر کیا کریں خود پاکستان بھی چپکا رہا۔ فلسطینی، اقصیٰ، قدس ہمارے ہیں۔ لیکن مظاہرے غیر مسلم دنیا کرتی دیوانی ہو رہی ہے! اسرائیل پر شدید تنقید جاری رہتی ہے۔

فلائی دوبئی کے طیارے والے حادثے سے جو دوبئی اسرائیل مابین بھر بھر کر یہودیوں کی پروازیں جانے کے اعداد و شمار سامنے آئے ہیں، اس سے دونوں ممالک مابین تعلقات، اخوت کا پیمانہ (حیران کن) سامنے آتا ہے۔ روزانہ صرف دوبئی کی دو ایئر لائنز کی 25 پروازیں تل ابیب جاتی آتی ہیں۔ جبکہ مزید اسرائیل کی بھی آتی جاتی ہیں۔ یوں دوبئی اسرائیل مابین (فضائی پل) Air Bridge قائم ہے! تاہم اب اسرائیل پر لرزہ طاری ہے۔ اسرائیل نے فرانس سے بھی تقاضا کر دیا کہ 31 مسلم اکثریتی ممالک سے پائلٹ اور عملہ قبول نہیں ہوگا 'ایئر فرانس' کے جہازوں پر! حتیٰ کہ اگر وہ فرنچ شہری ہوئے تو پھر بھی نہیں! مسلمان دیکھ کر اسرائیلیوں بھرا جہاز تھر تھرانے لگے گا!

دنیا میں جا بجا مظاہرے زور پکڑ گئے ہیں۔ آج کل فرانس میں ہائی سکولوں کے طلباء سڑکوں پر ہیں۔ سکولوں میں اساتذہ کی کمی، جماعتوں میں طلباء کی تعداد کی زیادتی، بدحال عمارات، وسائل کی کمی پر احتجاج شمالی پیرس سے شروع ہو کر ملک بھر میں پھیل گئے۔ اظہارِ یکجہتی کے لیے یونیورسٹیوں کے طلباء، اور عوام بھی نکل پڑے۔ 70 سالہ جوڑا (سابق اساتذہ) تک مظاہرے میں شامل آنسو گیس کا نشانہ بنا۔ مغرب وسائل جنگوں کی نذر کرے گا تو گھر میں طوفان تو اٹھے گا۔ یہی ممالک (ہماری طرح) اپنے اصل فرائض چھوڑ کر بین الاقوامی ہوئے پڑے ہیں حکومتی سطح پر۔ یہ فرق ضرور ہے کہ وہ اسرائیل کی مدد کرتے ہیں اور ہمارے والے صرف 'اپنی مدد آپ' کے قائل ذاتی جیبیں بھرتے ہیں!

❁❁❁

پریس ریلیز 16 اکتوبر 2026ء

ملک کو سیاسی افراتفری کی طرف دھکیلنے سے ہر حال میں گریز کیا جائے۔ منتخب صوبائی حکومت کو برخاست کر کے گورنر راج نافذ کرنے سے عوام میں اضطراب بڑھے گا۔ دہشت گردی کا خاتمہ تمام اسٹیک ہولڈرز کو اعتماد میں لے کر انٹیلی جنس بیسڈ آپریشنز سے ہی ممکن ہے۔ عوام کی محرومیوں کے ازالے کے لیے فی الفور اقدامات اُٹھائے جائیں۔

شجاع الدین شیخ

ملک کو سیاسی افراتفری کی طرف دھکیلنے سے ہر حال میں گریز کیا جائے۔ منتخب صوبائی حکومت کو برخاست کر کے گورنر راج نافذ کرنے سے عوام میں اضطراب بڑھے گا۔ دہشت گردی کا خاتمہ تمام اسٹیک ہولڈرز کو اعتماد میں لے کر انٹیلی جنس بیسڈ آپریشنز سے ہی ممکن ہے۔ عوام کی محرومیوں کے ازالے کے لیے فی الفور اقدامات اُٹھائے جائیں۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ صوبہ خیبر پختونخوا میں ایمرجنسی اور پھر گورنر راج نافذ کرنے سے ملک میں سیاسی عدم استحکام بڑھنے کا اندیشہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں ماضی میں بھی مختلف صوبوں میں کئی مرتبہ ایمرجنسی اور گورنر راج نافذ کیے گئے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اُن اقدامات کا ہمیشہ منفی نتیجہ ہی نکلا۔ عوامی مینڈیٹ سے منتخب حکومت کو گھر بھیجنے سے نہ صرف سیاسی افراتفری پھیلتی ہے بلکہ عوام کا اعتماد بھی مجروح ہوتا ہے۔ جس ملک میں عوامی اضطراب بڑھ جائے اُس کی سلامتی خطرہ میں پڑ سکتی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان ایک عرصہ سے دہشت گردی کا شکار ہے۔ ملک میں جاری دہشت گردی کی کئی وجوہات ہیں جن میں ماضی اور حال کی حکومتوں کی اپنی غلطیاں اور بھارت جیسے دشمن ہمسایہ ملک کی ریشہ دوانیاں سرِفہرست ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ کلبھوشن یادیو کی گرفتاری نے ثابت کر دیا تھا کہ بھارت پاکستان میں جاری دہشت گرد نیٹ ورک کا اصل سرپرست ہے۔ لیکن افسوس کہ کلبھوشن یادیو کو دی جانے والی سزائے موت پر آج تک عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ امیر تنظیم نے کہا کہ ملک میں موجود دہشت گردوں اور اُن کے سہولت کاروں کو بڑے فوجی آپریشنز کی بجائے تمام اسٹیک ہولڈرز کو اعتماد میں لے کر انٹیلی جنس بیسڈ آپریشنز کے ذریعے اپنے منطقی انجام تک پہنچایا جائے۔ ماضی کے بڑے فوجی آپریشنز میں دہشت گردوں کے ساتھ عوام کو بھی بڑے پیمانے پر نقصان پہنچا ہے، لہٰذا بڑے فوجی آپریشن سے گریز کیا جائے۔ عوام کی محرومیوں کے ازالے کے لیے فی الفور اقدامات اُٹھائے جائیں۔ امیر تنظیم نے مطالبہ کیا کہ پاکستان میں دہشت گردی کے سرپرست بھارت کو بین الاقوامی کٹہرے میں لانے کے لیے تمام دستیاب وسائل و ذرائع کو استعمال کیا جائے تاکہ ملک سے دہشت گردی کے ناسور کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جا سکے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

ذمہ داران کا اپنے کارکنوں میں تفریق کرنا

قرآن وحدیث کی روشنی میں

ابوعمر

ذمہ داران کا کارکنوں میں تفریق کرنا ایک غیر منصفانہ رویہ ہے جو ادارے یا شعبے کی کارکردگی اور حوصلے کو شدید نقصان پہنچاتا ہے۔ جب ایک رہنما یا منیجر اپنے ماتحتوں میں ذاتی پسند، رشتہ داری یا دوستی کی بنیاد پر فرق کرتا ہے تو ادارے اور افراد پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ آیئے قرآن وحدیث کی روشنی میں عدل، مساوات، اخوت، قیادت اور کارکنوں کی ذمہ داریوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

یہ بات ہمیں سمجھنی چاہیے کہ کسی بھی تنظیم، جماعت یا ادارے کی مضبوطی صرف اس کے قائدین سے نہیں بلکہ کارکنوں کے باہمی اعتماد، اخوت اور اتحاد سے ہوتی ہے۔ جب ذمہ دار اپنے کارکنوں میں پسند و ناپسند، قربت و دوری یا ذاتی تعلقات کی بنیاد پر فرق کرنا شروع کردے تو آہستہ آہستہ دلوں میں فاصلے پیدا ہوتے ہیں، اعتماد ختم ہوتا ہے اور اجتماعی کام متاثر ہوتا ہے۔

اسلام میں عدل کا حکم

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ (سورۃ النحل:90)

’’بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔‘‘

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ اسلامی قیادت کی بنیاد عدل اور احسان ہے۔ ایک ذمہ دار کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام کارکنوں کے ساتھ انصاف کرے۔ کسی کو صرف ذاتی پسند کی وجہ سے آگے بڑھانا اور دوسرے کو نظر انداز کرنا اسلامی مزاج کے مطابق نہیں۔

اللہ تعالیٰ آگے فرماتا ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾ (سورۃ المائدہ:8)

’’کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔‘‘

جب اسلام ہمیں مخالف یا ناپسندیدہ شخص کے ساتھ بھی انصاف کا حکم دیتا ہے، تو اپنے ہی کارکنوں کے ساتھ ناانصافی کی گنجائش کیسے ہوسکتی ہے؟

ذمہ داری ایک امانت ہے

اسلام میں عہدہ عزت سے زیادہ امانت اور جواب دہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

’’تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔‘‘

لہٰذا جو شخص کسی ٹیم، جماعت یا کارکنوں کا انچارج ہے، اُسے یاد رکھنا چاہیے کہ وہ صرف لوگوں کا نگران نہیں بلکہ اللہ کے سامنے جواب دہ بھی ہے۔

اس سے سوال ہوگا کہ:

☆ کیا تم نے سب کے ساتھ انصاف کیا؟

☆ کیا تم نے سب کو اپنی بات رکھنے کا موقع دیا؟

☆ کیا تم نے کسی کو ذاتی پسند و ناپسند کی بنیاد پر ترجیح دی؟

☆ کیا تم نے کسی مخلص کارکن کو محض ذاتی اختلاف کی وجہ سے نظر انداز کیا؟

کیا تم نے کارکنوں کے درمیان محبت پیدا کی یا گروہ بندی؟ پسندیدہ کارکن اور ناپسندیدہ کارکن؟

ایک اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

’’امارت ایک امانت ہے، یعنی یہ عزت یا فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے دی گئی بھاری ذمہ داری ہے۔‘‘ (صحیح مسلم)

کسی ذمہ دار کے لیے یہ درست رویہ نہیں کہ وہ چند لوگوں کو اپنا خاص بنالے اور باقی کارکنوں کو مسلسل نظر انداز کرتا رہے۔ بقول شاعر ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

کارکنوں کی صلاحیتیں مختلف ہوسکتی ہیں۔ کسی کی گفتگو اچھی ہے، کسی کی تنظیمی صلاحیت بہتر ہے، کوئی خاموشی سے محنت کرتا ہے، کوئی مشکل کام اٹھاتا ہے اور کوئی پس پردہ رہ کر خدمت کرتا ہے۔

ایک سمجھدار انچارج ہر کارکن کی صلاحیت کو پہچانتا ہے اور اُسے مناسب موقع دیتا ہے۔

قیادت کا مطلب یہ نہیں کہ چند لوگوں کو اپنے قریب رکھا جائے؛ قیادت کا مطلب یہ ہے کہ پوری ٹیم کو ساتھ لے کر چلا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ قیادت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت، شفقت اور عدل کا ایسا نمونہ پیش فرمایا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی صلاحیتوں کو پہچانتے اور مناسب ذمہ داریاں سونپتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی تکلیف دور کرے، اللہ قیامت کے دن اُس کی تکلیف دور فرمائے گا۔‘‘ (صحیح مسلم)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی مدد، اس کی عزت اور اس کی مشکل میں ساتھ دینا بہت بڑی نیکی ہے۔ ایک ذمہ دار کو چاہیے کہ وہ کارکنوں کی مشکلات سمجھے، اُن کی حوصلہ افزائی کرے اور ان کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرے۔

تفریق کے نقصانات

کارکنوں میں تفریق کے بہت سے نقصانات ہیں۔

پہلا نقصان: اعتماد ختم ہوجاتا ہے

جب کارکن محسوس کرے کہ یہاں قابلیت سے زیادہ تعلقات کی قدر ہے تو اُس کا اعتماد مجروح ہوتا ہے۔

دوسرا نقصان: اخوت کمزور ہوتی ہے

قرآن کہتا ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (سورۃ الحجرات:10)

’’مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔‘‘

جب ایک ذمہ دار خود کارکنوں کو گروہوں میں تقسیم کرے تو اخوت کا جذبہ کمزور ہوتا ہے۔

تیسرا نقصان: مخلص کارکن پیچھے ہٹ جاتے ہیں

جو شخص مسلسل محنت کرے لیکن اُسے عزت، اعتماد اور موقع نہ ملے تو اُس کے اندر مایوسی پیدا ہوسکتی ہے۔

چوتھا نقصان: اجتماعی مقصد متاثر ہوتا ہے۔

جب کارکن ایک دوسرے کے مقابل گروہ بن جائیں تو اصل مقصد پس پشت چلا جاتا ہے۔

اختلاف اور تفریق میں فرق

یہاں ایک اہم بات سمجھنا ضروری ہے۔

اختلاف رائے کوئی بری چیز نہیں۔ کارکنوں کے

درمیان رائے کا اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن اختلاف کو دشمنی، گروہ بندی اور ناانصافی میں تبدیل کرنا یعنی تفرقہ بنا دینا انتہائی خطرناک ہے۔

ایک اچھا انچارج اختلاف سن کر فیصلہ اصول، دلیل اور انصاف کی بنیاد پر کرتا ہے، نہ کہ ذاتی پسند اور تعلق کی بنیاد پر۔

قائد کے لیے چند اصول

ایک ذمہ دار اگر اپنی ٹیم کو مضبوط بنانا چاہتا ہے تو اُسے چند اصول اپنانے چاہئیں:

1۔ سب کے ساتھ عزت سے پیش آئے۔

2۔ فیصلوں میں ذاتی پسند و ناپسند کو حاوی نہ ہونے دے۔

3۔ کارکنوں کی بات سننے کا موقع دے۔

4۔ محنت اور صلاحیت کی قدر کرے۔

5۔ غلطی پر اصلاح کرے، تذلیل نہ کرے۔

6۔ کسی ایک گروہ کو مستقل طور پر ترجیح نہ دے۔

7۔ کارکنوں کے درمیان بدگمانی اور چغلی کو فروغ نہ دے۔

8۔ خود بھی احتساب کے لیے تیار رہے۔

قرآن مجید ہمیں ایک عظیم اصول دیتا ہے:

﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠﴾ (سورۃ الشوریٰ:38)

''اور ان کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں۔''

لہٰذا اچھا انچارج صرف حکم دینے والا نہیں ہوتا؛ وہ سننے والا، مشورہ کرنے والا اور اصلاح قبول کرنے والا بھی ہوتا ہے۔

کارکنوں کے لیے بھی پیغام

یہ ذمہ داری صرف انچارج کی نہیں، کارکنوں کی بھی ہے۔

اگر کسی ذمہ دار سے ناانصافی ہو جائے تو فوراً نفرت، غیبت یا گروہ بندی کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ﴾ (سورۃ الحجرات:12)

''اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔''

مسئلہ ہو تو حکمت، خیر خواہی اور مناسب طریقے سے بات کی جائے۔ مقصد شخصیت کو گرانا نہیں بلکہ نظام کو بہتر بنانا ہونا چاہیے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیے:

انچارج کی اصل طاقت اُس کے عہدے میں نہیں، بلکہ کارکنوں کے اعتماد میں ہوتی ہے۔

اگر کارکن اپنے انچارج پر اعتماد کریں، انچارج کارکنوں کے ساتھ انصاف کرے، سب کو عزت دے اور سب کو ساتھ لے کر چلے تو ایک مضبوط، متحد اور بااخلاق ٹیم وجود میں آتی ہے۔

لیکن اگر قیادت میں جانبداری، اقربا پروری اور تفریق آ جائے تو بہترین کارکن بھی دل برداشتہ ہو سکتے ہیں اور اجتماعی قوت کمزور پڑ سکتی ہے۔

لہٰذا ہر ذمہ دار اپنے دل سے پوچھے:

☆ کیا میں سب کے لیے ایک جیسا معیار رکھتا ہوں؟

☆ کیا میں اپنے پسندیدہ کارکن اور کم پسند کارکن کے ساتھ ایک جیسا انصاف کرتا ہوں؟

☆ کیا میں کارکنوں کو جوڑ رہا ہوں یا انجانے میں تقسیم کر رہا ہوں؟

آخر میں دعا ہے:

☆ اے اللہ! ہمیں عدل و انصاف کرنے والا بنا۔

☆ اے اللہ! ہماری قیادت کو امانت، اخلاص اور تقویٰ عطا فرما۔

☆ اے اللہ! ہمارے دلوں سے بغض، حسد، تعصب اور گروہ بندی کو دور فرما۔

☆ اے اللہ! ہمارے درمیان محبت، اخوت، اتحاد اور خیر خواہی پیدا فرما۔

☆ اے اللہ! ہمارے ذمہ داروں کو ایسا قائد بنا جو سب کو ساتھ لے کر چلیں اور کسی پر ظلم یا ناانصافی نہ کریں۔ آمین یارب العالمین!

گوشہ انسدادِ سود

پاکستان میں انسدادِ سود کی کوششوں کی تاریخ اور مستقبل کے امکانات

(گزشتہ سے پیوستہ)

ضمیمہ (III)

ایں خیال است و محال است و جنوں!

چاہیے تو یہ تھا کہ قیامِ پاکستان کے بعد جو بھی قانون بنتا یا نظام بنایا جاتا اُسے دین اور شریعت کے عین مطابق بنایا جاتا لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا۔ قائداعظم بھی اسلام کی معاشی تعلیمات کے نفاذ کے ضمن میں اپنی اس خواہش کو پورا ہوتے نہ دیکھ سکے، جس کا اظہار انہوں نے 1948ء میں اسٹیٹ بینک کی عمارت کا افتتاح کرتے ہوئے کیا تھا۔ بعد والے اس ذمہ داری کو یکسر بھول گئے۔ پھر یہ بات یاد آئی بھی تو ان مردانِ خدا مست کو جنہیں ہم جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن اور ڈاکٹر اسرار احمد (رحمہما اللہ) کے نام سے جانتے ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے 1969ء میں بینک انٹریسٹ کو سود قرار دیا اور متبادل نظام کا خاکہ بھی پیش کر دیا۔ یوں اللہ کی طرف سے حجت قائم ہونا شروع ہوگئی۔ پھر 1991ء میں فیڈرل شریعت کورٹ نے بھی بینک انٹریسٹ کے ربا الحرم ہونے کا فیصلہ دیا اور ہمیں سنبھلنے تو بہ تائب ہونے کا بھرپور موقع دے دیا۔ لیکن اس وقت بھی بائیں بازو کے اسلام پسندوں کو مکروہ کھیل کھیلنے کا موقع ملا اور اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ جاری رکھنے پر ہی مصر رہے۔ یہاں تک کہ 1999ء میں شریعت اپیلیٹ بنچ آف سپریم کورٹ آف پاکستان نے بھی فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کو برقرار رکھتے ہوئے حجت کو تمام کر دیا اور ہمیں اپنا قبلہ درست کرنے کا سنہرا اور شاید آخری موقع فراہم کر دیا۔ اب کون پوچھے ہمارے بائیں بازو کے نام نہاد اسلام پسندوں سے جنہوں نے تمام ضابطوں اور اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے 2002ء میں سابقہ دونوں فیصلے کو کالعدم قرار دلوا کر اور معاملے کو ازسرِنو فیڈرل شریعت کورٹ کی جانب ریمانڈ کروا کر رسوائیوں اور تباہیوں کے مہیب دروازے کھلوا دیے جن کا اثر ہے کہ طرح طرح کی آفات نے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور پوری قوم سودی قرضوں کے ایک ایسے جال میں پھنس چکی ہے جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔

(جاری ہے)

نوٹ: یہ تحریر تاریخ کے تناظر میں پیش کرنا مقصود ہے۔

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1637 دن گزر چکے!

پانچ لاشیں اور صرف ایک انڈا!

تحریر: ڈاکٹر نوید اقبال انصاری

کراچی شہر میں ایک فلیٹ سے پانچ افراد کی لاشیں برآمد ہوئیں، جس میں گھر کے سربراہ کی لاش بھی شامل ہے جو کوئی فقیر نہیں، ایک ڈاکٹر ہے۔ خبر شاید چند سطروں کی تھی اور ابھی یہ نہیں معلوم کہ یہ واقعہ خودکشی کا ہے یا قتل کا، لیکن اس خبر کے اندر چھپی ہوئی کہانی بہت طویل ہے۔ ایک ایسی کہانی جو صرف ایک گھر کی نہیں، شاید ہمارے پورے معاشرے کی کہانی ہے۔

خبر کے مطابق، اس گھر سے کھانے پینے کی اشیاء میں صرف ایک انڈا برآمد ہوا (جب کہ اس سانحہ سے قبل گھر والے اپنے استعمال کا oven فروخت کر رہے تھے)۔ گویا کھانے پینے کی کوئی اور چیز وہاں موجود نہیں تھی۔ فریج موجود تھا، گھر موجود تھا، بچے موجود تھے، مگر کھانے کے لیے صرف ایک انڈا۔ یہ ایک انڈا ہمیں بہت سے پیغام دے رہا ہے۔

پہلا پیغام یہ کہ ہم اپنے پڑوسیوں کے حقوق بھول گئے ہیں۔ اسلام نے پڑوسی کے حقوق پر بہت زور دیا ہے، لیکن ہم نے شاید یہ محسوس کرنا بھی چھوڑ دیا ہے کہ ہمارے برابر والے گھر میں کھانے کو کچھ ہے یا نہیں۔

ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ہمارے پڑوسی کس حال میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے گھر میں خوشی ہے یا غم، بیماری ہے یا پریشانی، چولہا جل رہا ہے یا نہیں۔

یہ ہمیں دوسرا پیغام یہ دیتا ہے کہ ہم نے صرف پڑوسیوں کے حقوق ہی نہیں بھلائے، ہم نے صلہ رحمی بھی بھلا دی ہے۔ اب بھائی اپنے سگے بھائی کو والدین کے ترکے سے حصّہ بھی دینا نہیں چاہتا۔ ناراضی ایسی کہ یہ بھی نہیں معلوم کہ سگے بھائی کے گھر ایک نئی زندگی نے جنم لے لیا ہے۔ کسی رشتہ دار کی بیماری، پریشانی یا مالی مشکلات کی خبر ہمیں اس وقت ہوتی ہے جب حالات بہت آگے بڑھ چکے ہوتے ہیں کیونکہ چھوٹی چھوٹی ناراضگیاں، معمولی اختلافات اور انا کی دیواریں ہمارے رشتوں کے درمیان کھڑی ہو چکی ہیں۔ ہم ایک دوسرے سے ناراض ہوتے ہیں، تعلق توڑتے ہیں اور پھر پلٹ کر نہیں دیکھتے۔ یہاں تک کہ خبر کے مطابق اس سانحے میں مرنے والوں کی نماز و تدفین کا انتظام وخرچہ بھی پولیس والوں نے خود کیا، سگے رشتہ داروں نے نہیں۔

یہ واقعہ ہمیں یہی پیغام بھی دے رہا ہے کہ ہم جتنا زیادہ جدید (ماڈرن) ہو رہے ہیں، شاید اتنا ہی زیادہ تنہا بھی ہوتے جا رہے ہیں، ہماری سماجی اقدار دم توڑ رہی ہیں۔ ہمارے پاس موبائل فون ہیں، انٹرنیٹ ہے، سوشل میڈیا ہے، ہر وقت رابطے کے ذرائع موجود ہیں، لیکن شاید ایک دوسرے کے لیے وقت نہیں ہے۔ ہمارے فون کی رابطہ فہرست میں سینکڑوں نام موجود ہیں، مگر مشکل وقت میں دروازہ کھٹکھٹانے والا کوئی نہیں۔ ہم بڑی بڑی امدادی رقم، خیرات وغیرہ معروف تنظیموں کو دے کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا اور اب ان کی رقم مستحقین تک پہنچانا ان تنظیموں کی ذمہ داری ہے لیکن یہ انڈا بتا رہا ہے کہ مرنے والے خاندان تک کچھ نہیں پہنچا، واضح رہے کہ پاکستان میں سال 2024 میں 619 ارب روپے زکوٰۃ ادا کی گئی جبکہ خیرات تقریباً 800 ارب سالانہ دی جاتی ہے۔

یہ انڈا ہمیں ایک اور تلخ حقیقت کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے کہ کیا ہماری آمدنی واقعی ہماری ضروریات پوری کر پا رہی ہے؟ یہ صرف غربت کی کہانی نہیں، یہ مڈل کلاس کے سکڑتے ہوئے دائرے کی کہانی بھی ہے۔ وہ مڈل کلاس جو کبھی عزت کے ساتھ اپنے بچوں کو تعلیم دیتی تھی، گھر کا کرایہ ادا کرتی تھی، بجلی، گیس، پانی اور دیگر اخراجات پورے کرتی تھی اور کبھی کبھار بچوں کو باہر کھانا بھی کھلا دیتی تھی، آج اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے حساب کتاب میں اُلجھی ہوئی ہے۔

انڈا یہ پیغام بھی دیتا ہے کہ آخر ایک متوسط آمدنی والے خاندان کے لیے آج زندگی کتنی مشکل ہو چکی ہے؟ اور اگر ایک ڈاکٹر، ایک استاد، ایک سرکاری ملازم یا کسی دوسرے سفید پوش گھرانے کے لیے بھی بنیادی اخراجات پورے کرنا مشکل ہو جائیں تو پھر ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ اس معاشرے میں سفید پوشی کی قیمت کتنی بڑھ چکی ہے۔

یہ واقعہ یہ بھی پوچھ رہا ہے کیا آج کسی فیکٹری، صنعت اور کسی ادارے وغیرہ کے مالکان اپنے ان پڑھ تو کیا کسی پڑھے لکھے ڈگری یافتہ ملازم کو اتنی اُجرت دیتے ہیں کہ جس سے صرف ان کے گھر کا چولہا ہی جلتا رہے اور پیٹ کی آگ بجھتی رہے؟

ہم اکثر اعداد و شمار میں ترقی تلاش کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں معیشت بہتر ہو رہی ہے، ٹیکنالوجی آگے بڑھ رہی ہے، شہر جدید ہو رہے ہیں، نئی سڑکیں بن رہی ہیں، نئے منصوبے آرہے ہیں۔ لیکن ایک انڈا ہم سے پوچھتا ہے کہ اس ترقی کا عام آدمی کے دسترخوان تک کتنا حصہ پہنچا؟

یہ انڈا حکمرانوں سے بھی سوال کرتا ہے۔ تم ٹیکسوں کے انجکشن سے لوگوں کا خون اور کتنا نچوڑو گے؟ یہ کسی ایک حکومت، کسی ایک جماعت یا کسی ایک دور کا سوال نہیں۔ یہ ایک اجتماعی سوال ہے۔ سیاسی جماعتوں کے پاس اپنے اپنے نعرے ہیں۔ کسی کے پاس تبدیلی کا نعرہ ہے، کسی کے پاس ترقی کا، کسی کے پاس انقلاب کا، کسی کے پاس خوشحالی کا۔ لیکن اس خالی فریج میں پڑا ہوا ایک انڈا پوچھتا ہے کہ بھوک کا نعرہ کہاں ہے؟ عوام کے پیٹ کا سوال کہاں ہے؟ اس گھر کی عورت کے چولہے کا سوال کہاں ہے؟ اس باپ کی پریشانی کہاں ہے جو اپنے بچوں کے لیے راشن نہیں خرید سکتا؟

یہ انڈا شاید ہم سے کہہ رہا ہے کہ سیاسی نعروں پر بحث بعد میں کر لینا۔ یہ بحث بھی بعد میں کر لینا کہ کون اچھا لیڈر تھا اور کون برا، کس کا ماضی کیسا تھا اور کس کی سیاست کیسی تھی۔ پہلے یہ دیکھو کہ عوام کے پیٹ میں کچھ ہے یا نہیں۔ کیونکہ بھوکے پیٹ کو سیاسی نعرہ نہیں چاہیے۔ اُسے

روٹی چاہیے۔ اُسے دودھ چاہیے۔ اُسے دال چاہیے۔ اُسے بچوں کے لیے خوراک چاہیے۔

شاید یہ ایک انڈا ہم سے کہہ رہا ہے کہ نہ جانے اس ملک میں کتنے گھروں کے فریج اسی طرح خالی پڑے ہیں۔

نہ جانے کتنے سفید پوش لوگ اپنی مشکلات کسی کو بتائے بغیر زندگی گزار رہے ہیں کیونکہ غریب آدمی تو کبھی کبھی مدد مانگ لیتا ہے، لیکن مڈل کلاس کا آدمی اپنی عزت کی خاطر غربت چھپاتا ہے۔ وہ کسی فٹ پاتھ پر قائم دسترخوان سے ایک نوالہ بھی کھانا اپنی غیرت کے خلاف سمجھتا ہے۔ وہ قرض لے لیتا ہے، خرچ کم کر لیتا ہے، اپنی خواہشات ختم کر دیتا ہے، بچوں کی فرمائشیں ٹال دیتا ہے، مگر ہاتھ نہیں پھیلاتا۔

یہ انڈا کہہ رہا ہے، ایک عام آدمی کو سیاسی بحث سے پہلے زندگی گزارنے کا راستہ چاہیے۔ یہ ایک انڈا ہمیں اپنے معاشرتی رویوں پر غور کرنے کی دعوت دے رہا ہے کہ کیا ہم اپنے پڑوسی کا حال پوچھتے ہیں؟ کیا ہم اپنے رشتہ داروں سے باقاعدگی سے رابطہ رکھتے ہیں؟ کیا ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے آس پاس کون بھوکا سو رہا ہے؟ یا ہم سب اپنی اپنی چار دیواری میں بند ہو چکے ہیں؟

یہ صرف ایک انڈا نہیں۔ یہ تنہائی کی کہانی ہے۔ یہ ٹوٹتے ہوئے خاندانی رشتوں کی کہانی ہے۔ یہ ختم ہوتے ہوئے پڑوسیوں کے تعلق کی کہانی ہے۔ یہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کی کہانی ہے۔ یہ سکڑتی ہوئی مڈل کلاس کی کہانی ہے اور یہ سفید پوشی کے المیے کی کہانی ہے۔ یہ اُن اداروں کے مالکان کی کہانی ہے جو اپنا منافع تو لامحدود چاہتے ہیں مگر اپنے ملازمین کو اتنی اجرت بھی نہیں دیتے کہ ان کے فریج میں بھی کھانے کو کچھ ہو، علاج کے لیے جیب میں کچھ پیسے ہوں۔

یہ انڈا اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حکمرانوں سے کہہ رہا ہے، یہاں کسی دریا کے کنارے، کسی بھوکے کتے کی لاش نہیں پڑی، ملک کے سب سے بڑے شہر کراچی کے ایک رہائشی فلیٹ میں کسی ڈاکٹر کے خاندان کی پانچ لاشیں پڑی ہیں جہاں لاشوں کے علاوہ کھانے کے لیے صرف ایک انڈا ہے۔ آیئے غور کریں!

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(1 تا 14 اکتوبر 2026ء)

جمعرات 01 اکتوبر: مرکزی اسرہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ دوپہر میں شعبۂ تعلیم و تربیت اور شام میں شعبۂ نظامت کے اجلاسوں کی صدارت کی۔

جمعۃ المبارک 02 اکتوبر: دن میں شعبۂ قانونی و رابطہ و انتظامی امور کے اجلاس کی صدارت کی۔ نمازِ جمعہ سے قبل مشیر خصوصی جناب ایوب بیگ مرزا سے مختصر ملاقات کی۔ خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن لاہور میں ارشاد فرمایا اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔ سہ پہر میں ماہنامہ میثاق کے حوالے سے اور بعد نمازِ عصر مرکزی شعبۂ نشر و اشاعت کے اجلاسوں کی صدارت کی۔

ہفتہ 03 اکتوبر: دوپہر میں حلقہ لاہور غربی کے کل رفقاء اجتماع کی صدارت کی۔ حلقہ کے تعارف، رفقاء کے ساتھ سوال و جواب کی نشست اور بیعت مسنونہ کا اہتمام ہوا۔
بعد نمازِ مغرب حلقہ کے کل ذمہ داران سے ملاقات ہوئی۔ ذمہ داران کے تعارف اور سوال و جواب کا اہتمام ہوا۔

اتوار 04 اکتوبر: صبح حلقہ سرگودھا کے تنظیمی و دعوتی دورہ کے لیے جوہرآباد روانگی ہوئی۔ ایک مقامی مسجد میں حلقہ کے کل رفقاء کا اجتماع منعقد ہوا۔ حلقہ کے تعارف، رفقاء کے ساتھ سوال و جواب کی نشست اور بیعت مسنونہ کا اہتمام ہوا۔ دوپہر میں حلقہ کے کل ذمہ داران سے ملاقات ہوئی۔ ذمہ داران کے تعارف اور اُن کے ساتھ سوال و جواب کا اہتمام ہوا۔ بعد نمازِ مغرب ایک مارکی میں ''اُمتِ مسلمہ کی حالت زار اور نجات کی راہ'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

پیر 05 اکتوبر: دن میں حلقہ سرگودھا کے نئے مرکز جانا ہوا۔ چند رفقاء اور ذمہ داران سے مختصر ملاقات میں تذکیری گفتگو کی۔ بعد ازاں جامعہ اسلامیہ محمودیہ کے مہتمم مولانا اشرف علی صاحب سے مختصر ملاقات رہی۔ بعد ازاں ایک مارکی میں چند رفقاء کے تعاون و محنت سے والدین، اساتذہ، سماجی شخصیات اور دیگر احباب و خواتین کے ایک اجتماع میں ''ہماری دینی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ دوپہر میں لاہور اور شام میں کراچی روانگی ہوئی۔

منگل 06 اکتوبر: حلقہ کراچی وسطی کے معتمد، سینئر رفیق تنظیم جناب عمر بن عبدالعزیز کی والدہ محترمہ (سابقہ معاونہ حلقہ خواتین، کراچی) کا جنازہ پڑھایا۔

بدھ 07 اکتوبر: القادر یونیورسٹی، سوہاوہ (حلقہ پوٹھوہار) میں حلقہ کے زیر اہتمام جاری ایک 10 روزہ تعمیر سیرت کورس میں ''Emotional Intelligence'' کے موضوع پر آن لائن گفتگو کی اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیے۔ دوپہر میں معروف اینکر انیق احمد صاحب کی عیادت و ملاقات کے حوالے سے علماء کرام کی ایک نشست میں شرکت کی۔

جمعرات 08 اکتوبر: مرکزی اسرہ کے اجلاس کی آن لائن صدارت کی۔

جمعۃ المبارک 09 اکتوبر: خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ڈیفنس کراچی میں ارشاد فرمایا۔ بعد نمازِ جمعہ مشیر مالیات و رابطہ جناب فیصل منصوری سے مختصر ملاقات کی۔ سہ پہر میں متبادل زونل سالانہ اجتماع نومبر 2026ء کے حوالے سے رفقائے تنظیم کے لیے ایک پیغام اور ملکی و عالمی حالات کے حوالے سے دو مختصر ریکارڈنگز کرائیں۔

اتوار 11 اکتوبر: ایک کزن کے توسط سے احباب کی دعوت پر ایک پروگرام میں اہل خانہ کے ساتھ شرکت کی اور ''عبدہٗ و رسولہٗ ﷺ'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

منگل 13 اکتوبر: رات لاہور آمد ہوئی۔

بدھ 14 اکتوبر: بعد نمازِ عشاء حلقہ لاہور غربی کے زیر اہتمام دورۂ ترجمہ قرآن 2026ء میں شریک چند احباب کے ساتھ ایک نشست میں باہمی تعارف، دعوتِ تنظیم اسلامی پر گفتگو اور شرکاء کے سوالات کے جوابات کا اہتمام ہوا۔

معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا نیز دیگر تنظیمی امور انجام دیے۔ منتخب قرآنی نصاب کے حوالے سے مختلف ذمہ داریاں ادا کیں۔ معمول کی کچھ ریکارڈنگز کرائیں۔ رفقاء و احباب سے تعزیت و عیادت کے حوالے سے رابطہ رہا۔

باجوڑ شرقی اسرہ ملاکلے میں دعوتی پروگرام

الحمدللہ! باجوڑ شرقی میں ناظم دعوت و نقیب اسرہ ملاکلے کی کوششوں سے ایک دعوتی پروگرام بمقام البدر اسکول ملاکلے منعقد کیا گیا، جس میں 11 تعلیم یافتہ نوجوانوں نے شرکت کی۔ شرکاء نے مقررین کے خطابات نہایت دلچسپی اور توجہ سے سنے۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا تو میزبان محترم شاہد لطیف نے باجوڑ شرقی کے ناظم تربیت، محترم رفیق الرحمن کو دعوتی خطاب کے لیے مدعو کیا۔ موضوع تھا ”دین اسلام کا جامع تصور“ تھا۔ انہوں نے دین اسلام کے چھ گوشوں کو نہایت سلیس اور عام فہم انداز میں پیش کیا۔ اس کے بعد حلقہ ملاکنڈ کے ناظم دعوت، محترم فیض الرحمن نے گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے ”فرائض دینی کا جامع تصور“ واضح کرتے ہوئے بتایا کہ دین کے تقاضوں پر عمل کرنا اضافی کام نہیں، بلکہ بحیثیت مسلمان ہمارا دینی فریضہ ہے کہ ہم دین کو اپنی زندگیوں میں نافذ کریں، اسے دوسروں تک پہنچائیں اور اس کے قیام کے لیے مقدور بھر کوشش کریں۔

آخری خطاب کے لیے مقامی امیر باجوڑ غربی، محترم جناب نبی محسن کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے دین کے قیام کے لیے نبوی طریقہ کار کو نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا اور اس بات پر روشنی ڈالی کہ مملکت خداداد پاکستان میں صحیح اور نبوی منہج کے مطابق انقلاب برپا کرنے اور نظام کی تبدیلی کی جدوجہد اصل کام ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے ہمیں کیا عملی اقدامات کرنے چاہییں۔

تمام خطابات کے دوران شرکاء نے بھرپور دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ پروگرام میں سوال و جواب کا سلسلہ بھی ہوا۔ تقریباً دو گھنٹے پر محیط یہ دعوتی اجتماع نمازِ عصر سے قبل اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: محمد سعید: معتمد، باجوڑ شرقی)

حلقہ سرگودھا کے زیر اہتمام سہ ماہی تربیتی اجتماع بصورت شب بیداری

حلقہ سرگودھا کے زیر اہتمام نمازِ عصر تا اگلے روز صبح 9:30 بجے تک بصورت شب بیداری سہ ماہی تربیتی اجتماع کا انعقاد مسجد انس بلال (ہڈالی) جوہر آباد میں ہوا جس میں میانوالی، جوہر آباد، شاہ پور اور سرگودھا سے مجموعی طور پر 90 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔

پروگرام کا آغاز درس قرآن سے ہوا محترم نور خان مقامی امیر میانوالی نے ”فریضہ اقامتِ دین اور رفیق تنظیم“ کے موضوع پر سورۃ المائدہ اور سورۃ الفتح کی روشنی میں درس دیا جو نماز مغرب تک جاری رہا۔ نماز مغرب کے بعد محترم ظفر اقبال ملتزم رفیق اسرہ جوہر آباد نے ”الدین النصیحہ“ کے موضوع پر درس حدیث دیا، اس کے بعد محترم محمد گلباز ملتزم رفیق تنظیم شرقی نے ”اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ پر توکل اور بڑے گناہوں سے اجتناب“ کے موضوع پر سورۃ الشوریٰ کی روشنی میں خطاب فرمایا۔ اس کے بعد عبدالرحمن مقامی امیر غربی نے اقامتِ دین کی جدوجہد میں گھریلو اسرہ کا کردار واضح کیا۔ پھر راقم نے سرکلر ”سوشل میڈیا کا استعمال اور رفقائے تنظیم اسلامی کے لیے ہدایات“ کا مطالعہ کروایا جو نماز عشاء تک جاری رہا نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد محترم نور خان مقامی امیر میانوالی نے کتاب ترک رزائل سے رسوم و رواج کی بے جا پابندیاں کا مطالعہ کروایا اس کے بعد طعام و آرام کا وقفہ ہوا۔

آرام کے بعد رفقاء کو سحر 4:00 بجے نماز تہجد و تلاوت قرآن حکیم کے لیے بیدار کیا گیا نماز فجر سے قبل مسنون دعاؤں کے حفظ کا اہتمام ہوا نماز فجر کے بعد محترم محمد عدیل ملتزم رفیق اسرہ جوہر آباد نے سورۃ التوبہ آیات 38 تا 39 کی روشنی میں درس قرآن دیا۔ اشراق اور ناشتہ کے وقفہ کے بعد دوسری نشست کا آغاز ہوا۔

صبح 8:00 بجے تا 9:30 تک رفقاء کو بانی محترم کا سورۃ الحدید پر ویڈیو لیکچر سماعت

کروایا گیا۔ آخر میں امیر حلقہ نے رفقاء اور مدرسین کا شکریہ ادا کیا۔ تعلق مع اللہ اور ایمان کی بڑھوتری کے لیے تلاوت قرآن میں باقاعدگی اور اطاعت امیر کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا اور نظم کی پابندی پر گفتگو فرمائی، پروگرام کا اختتام مسنون دعا کے ساتھ ہوا۔

(رپورٹ: ہارون شہزاد، ناظم نشر و اشاعت حلقہ)

امیر محترم کا سرگودھا میں سالانہ تنظیمی دورہ

4 اکتوبر 2026ء بروز اتوار صبح 10:00 بجے امیر محترم ﷾ محترم پرویز اقبال نائب ناظم اعلیٰ شرقی زون کے ہمراہ حلقہ سرگودھا کے سالانہ تنظیمی دورے پر مسجد انس بلال (ہڈالی/ جوہر آباد) تشریف لائے امیر حلقہ نے اپنے معاونین کے ہمراہ اُن کا استقبال کیا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا سعادت تنظیم سرگودھا شرقی کے رفیق محترم طلحہ شاہ محمد نے حاصل کی۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے امیر محترم اور نائب ناظم اعلیٰ صاحب کی سرگودھا آمد کا شکریہ ادا کیا اور دور دراز سے آئے تمام رفقاء کے جذبات کو سراہا۔ امیر حلقہ نے اپنے معاونین کا تعارف کروایا اور سال بھر میں حلقہ میں نئے شامل رفقاء کی تعداد سے آگاہ کیا جن سے امیر محترم نے فرداً فرداً تعارف حاصل کیا۔ تعارف کے بعد افہام و تفہیم کی نشست ہوئی جس کا اختتام بیعت مسنونہ پر ہوا اس کے بعد طعام و نماز ظہر کا وقفہ ہوا۔ نماز ظہر کے بعد امیر محترم کی حلقہ کے ذمہ داران کے ساتھ نشست ورچوئل یونیورسٹی کیمپس جوہر آباد میں ہوئی جو نماز عصر تک جاری رہی۔ اس کے بعد امیر محترم افتخار ٹاؤن جوہر آباد کے لیے روانہ ہوئے جہاں نماز مغرب کے بعد ”امت مسلمہ کی حالت زار اور راہِ نجات“ کے موضوع پر خطاب فرمایا (خواتین کی شرکت کا باپردہ انتظام تھا) جس میں سابقہ امت مسلمہ (بنی اسرائیل) اور موجودہ امت مسلمہ کا موازنہ شرکاء کے سامنے رکھا اور بتایا کہ سابقہ امت مسلمہ کے زوال کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنی کتاب کو پس پشت ڈالا، انبیاءؑ کی باتوں کو نہ مانا، دنیا سے محبت کی اور موت کو بھول گئے جبکہ آج کی امت مسلمہ بھی انہی بیماریوں کا شکار ہے جس کی وجہ سے دُنیا میں ذلت و رسوائی کا سامنا ہے آج ہم قرآن سے جڑ جائیں اور اللہ کے دین کی نصرت کریں تو ہم اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ رات جوہر آباد قیام کے بعد اگلی صبح سرگودھا کے لیے روانہ ہوئے امیر حلقہ اور دیگر رفقاء نے امیر محترم کا استقبال کیا۔ امیر محترم نے نئے مرکز کے حوالے سے امیر حلقہ کو ہدایات دیں اور دینی معاملات کی ادائیگی میں آسانی کے لیے دُعا فرمائی۔ اس کے بعد مقامی ذمہ داران کے ہمراہ مرکز کے قریب جامعہ اسلامیہ محمودیہ کے مہتمم محترم مولانا اشرف علی سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے جہاں مولانا صاحب نے امیر محترم کا پرتپاک استقبال کیا، ملاقات میں دینی سماجی امور زیر گفتگو آئے۔ ملاقات کے اختتام پر امیر محترم نائب ناظم اعلیٰ زون اور امیر حلقہ کے ساتھ گولڈن پام میرج ہال پہنچے جہاں النور ہائی سکول آف سائنس کی طرف سے دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا تھا، تلاوت قرآن حکیم اور نعت رسول مقبول ﷺ کے بعد امیر محترم نے خطاب کا آغاز کیا سامعین میں اساتذہ، علماء اکرام اور سیاسی و سماجی شخصیات شامل تھیں (خواتین کے لیے باپردہ انتظام موجود تھا)۔ امیر تنظیم اسلامی نے انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہدایت اور اسلام میں عورت کا مقام، اساتذہ کے کردار، اپنے گھر کی فکر کرنا اور اُمت کے فکر کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ خطاب کے بعد ظہرانے کا اہتمام تھا۔ بعد از ظہرانہ امیر تنظیم اسلامی نائب ناظم اعلیٰ صاحب کے ہمراہ لاہور کے لیے روانہ ہو گئے۔ (رپورٹ: ہارون شہزاد، ناظم نشر و اشاعت حلقہ سرگودھا)

سہ ماہی تربیتی اجتماع حلقہ پوٹھوہار

الحمدللہ! تنظیم اسلامی حلقہ پوٹھوہار کا سہ ماہی تربیتی اجتماع بروز اتوار مسجد دار السلام، بجی جاتلاں میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز محترم عبدالاحد کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعدازاں جناب قاری ریاست، تنظیم اسلامی میرپور نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں نہایت عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیہ نعت پیش کیا۔

پہلے مقرر جناب پروفیسر عمران اسماعیل صاحب، تنظیم اسلامی میرپور نے تنظیم اسلامی کا تعارف، ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا تعارف اور عدل کی اجتماعی اہمیت کے موضوعات پر نہایت مفید اور جامع گفتگو فرمائی۔ اس کے بعد ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر محترم غلام سلطان نے درس حدیث پیش کیا۔ انہوں نے بیعت کی اہمیت کے موضوع پر احادیث مبارکہ کی روشنی میں نہایت مؤثر انداز میں گفتگو فرمائی اور اس کے دینی و تربیتی پہلوؤں کو واضح کیا۔ امیر حلقہ جناب پروفیسر حافظ ندیم مجید نے اسلام کے معاشرتی نظام کے موضوع پر مدلل گفتگو فرمائی۔ انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی معاشرے کی تشکیل، اس کی نمایاں خصوصیات اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت کو واضح کیا، اور اس امر پر زور دیا کہ ایک صالح اور عادل معاشرے کی تشکیل کے لیے اسلامی تعلیمات کو اجتماعی زندگی میں نافذ کرنا ناگزیر ہے۔

اگلے مقرر جناب محمد نعمان نے عام فہم اور مؤثر انداز میں اسلام کے معاشی نظام پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے سرمایہ دارانہ اور اشتراکی معاشی تصورات کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے واضح کیا کہ اسلام ایک ایسا متوازن معاشی نظام پیش کرتا ہے جس میں فرد کے معاشی حقوق، بنیادی ضروریات اور معاشرے کے اجتماعی مفاد کے درمیان توازن قائم کیا جاتا ہے۔

آدھے گھنٹے کے وقفہ میں چائے وریفریشمنٹ کے ساتھ رفقائے تنظیم اور شرکائے اجتماع کو باہمی تعارف اور ملاقات کا موقع ملا۔ وقفے کے بعد محترم ڈاکٹر ضمیر اختر خان نے اسلام کے سیاسی نظام کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو فرمائی اور سیرت نبوی ﷺ اور ریاست مدینہ کی مثالوں کی روشنی میں واضح کیا کہ اسلامی سیاسی تصور کی بنیاد حاکمیت الٰہی، عدل وانصاف، شوریٰ، انسانی حقوق اور فلاح عامہ پر قائم ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ویڈیو لیکچر پیش کیا گیا، جس کا موضوع ''دورِ جدید میں غلبۂ دین کیسے ممکن ہے؟'' تھا۔ ایک گھنٹے پر مشتمل اس لیکچر میں ڈاکٹر صاحبؒ نے غلبۂ دین اور منہجِ انقلابِ نبوی ﷺ کے مختلف مراحل کے حوالے سے تفصیلی گفتگو فرمائی۔

ظہر کی نماز کے بعد اجتماع کا باقاعدہ اختتام ہوا۔ اجتماع کے اختتام پر تنظیم اسلامی جاتلاں کی جانب سے شرکائے اجتماع کے لیے ظہرانے کا اہتمام کیا گیا۔

تربیتی اجتماع میں حلقہ پوٹھوہار کی تمام مقامی تنظیم ومنفرد اسرہ جات گوجرخان، جاتلاں، میرپور، جہلم، چکوال، ساگری، شکریلہ، جاتلی و گجر سیداں کے رفقائے تنظیم واحباب نے شرکت کی۔ (مرتب کردہ: اسرار احمد صدیقی، مبتدی رفیق تنظیم اسلامی جاتلاں)

ضرورت رشتہ

☆ ضرورت رشتہ لاہور میں مقیم فیملی کو اپنے بیٹے عمر 26 سال، تعلیم بی بی اے آنرز، ذاتی کاروبار، کے لیے دینی مزاج کی حامل، تعلیم یافتہ، صوم صلوٰۃ کی پابند، لاہور کی رہائشی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0306-4057757

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

بقیہ: منبر ومحراب

یہاں صحابہ کرامؓ سے خطاب ہے لیکن تعلیم تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بھی کئی مرتبہ یہ بات بیان کی، دیگر علماء بھی کہتے ہیں اور میں بھی عرض کر رہا ہوں: لوگ کہتے ہیں جی ہمیں اپنی بیٹیوں پر بڑا اعتماد ہے۔ کیا ازواج مطہراتؓ اور صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر اُمت میں کسی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟! اگر ان کے لیے پردے کا حکم اللہ دے رہا ہے تو آج کے دور میں اس کی کتنی ضرورت ہوگی۔ ہم تو کراچی اور پاکستان کی یونیورسٹیز کو رو رہے ہیں کہ جو بیڑا غرق ہو رہا ہے، جہاں آزادانہ اختلاط کی وجہ سے خودکشیاں ہو رہی ہیں، نشہ کا استعمال زندگیاں تباہ کر رہا ہے۔ ہمارے ملک کے تعلیمی اداروں کا اگر یہ حال ہے تو یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں کا کیا حال ہوگا جہاں لڑکیوں کو ماں باپ اکیلے بھیج رہے ہیں۔ اپنے ملک کی کئی یونیورسٹیوں میں گیا، یونیورسٹیوں کی انتظامیہ بھی پریشان ہے، کہتے ہیں طلبہ وطالبات کی مینٹل ہیلتھ اور Spiritual well-being کے لیے تجاویز دیں۔ سیدھی سی بات ہے، شریعت کی طرف لوٹ آؤ تو یہ سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ انبیاء کے بعد، عظیم ترین جماعت صحابہؓ کی جماعت تھی، مقدس ترین خواتین حضور ﷺ کی ازواج مطہراتؓ تھیں، اگر ان کے لیے پردے کا حکم تھا تو آج ہمیں اس کی کتنی ضرورت ہوگی۔ سورۃ الاحزاب کی آیت 59 میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط﴾ ''اے نبی (ﷺ)! اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور اہل ایمان خواتین سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں۔''

یہاں واضح طور پر تمام مسلم خواتین کے لیے پردے کا حکم ہے۔ جَلَابِيْبِهِنَّ جلباب کی جمع ہے، جلباب بڑی چادر کو کہتے ہیں۔ عبداللہ بن عباسؓ نے باقاعدہ پریکٹیکل کر کے دکھایا کہ بڑی چادر کو کس طرح اوڑھنا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے صرف ایک آنکھ کھلی رکھی، دوسری روایت کے مطابق دونوں آنکھیں کھلی رکھیں، باقی پورا جسم ڈھانپ کر دکھایا۔ یہ جلباب کی تشریح ہے جس کے مطابق یہ سر سے شروع ہو کر پاؤں تک جاتا ہے۔ آج بعض نام نہاد سکالرز روشن خیالوں سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئے کہ فلمیں بھی حلال، ڈرامے بھی حلال، مرد اور عورت کا آزادانہ اختلاط بھی حلال، کو ایجوکیشن بھی حلال۔ بقول شاعر ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں\
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق!

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ایک بڑا تفصیلی خطاب پردہ کے موضوع پر جواب ''اسلام میں ستر اور حجاب کے احکامات'' کے عنوان سے شائع بھی ہو چکا ہے اور ویڈیو بھی دستیاب ہے۔ اسی طرح ایک اور خطاب ''شرعی پردہ قرآن وسنت کی روشنی میں'' کے عنوان سے کتابی شکل میں موجود ہے۔ ہمارے استاد انجینئر نوید احمدؒ نے 2000ء میں ''چہرے کا پردہ'' کے عنوان سے ایک کتابچہ مرتب کیا تھا۔ اس میں قرآن وسنت سے دلائل کے ساتھ ساتھ اُمت کے علماء اور اسلاف کی آراء بھی شامل ہیں۔ بعض خواتین کے آرٹیکلز بھی شامل ہیں۔ ماضی میں مولانا مودودیؒ نے بھی پردہ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی وہ بھی کمال کی کتاب ہے جس میں مغربی تہذیب کے رد کے ساتھ ساتھ حیاء کی اہمیت پر دلائل بڑے حکیمانہ انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ یہ تمام کتب ہمارے گھروں میں، ہمارے مطالعہ میں ہونی چاہئیں تاکہ اپنی نسلوں کی بہتر تعلیم وتربیت کا اہتمام کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دینی احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

پیاری بلقیس باجی کی پیاری باتیں

امیر تنظیم اسلامی جناب شجاع الدین شیخ ﷾ کی اہلیہ محترمہ کا ایک مضمون

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾ (العنکبوت) ”ہر جان موت (کا مزہ) چکھے گی۔ پھر تم سب ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

عن عبد الله ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: اُذکروا محاسن موتاکم (رواہ ابوداود والترمذی)

”حضرت عبداللہ ابن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے مرے ہوئے لوگوں کی نیکیاں ذکر کرلیا کرو۔“ (ابوداود و ترمذی)

ہماری ہر دلعزیز رفیقہ پچھلے دنوں اس دنیا کی زندگی کو چھوڑ کر اپنے اگلے سفر پر روانہ ہو گئیں۔ ہم سب بھی عازمِ سفر ہی ہیں بس کس کا کب بلاوا آتا ہے، یہ ربّ العزت کے اذن پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اگلی منازل کی تیاری کرنے کی کوشش کرنے والا بنائے۔ بعض مرتبہ ہمارے قریب سے کوئی ایسا شخص روانہ ہو جاتا ہے جن کی زندگی پر غور کرنے سے ہمیں یہ قابلِ تقلید پہلو نظر آتا ہے کہ الحمد للہ انہوں نے اپنی زندگی میں حتی الامکان ایسے اعمال کا اہتمام کیا جو ان کے آخرت کے سفر میں کارآمد ہو سکیں۔

سب سے پہلی بات تو یہی ہے کہ اُن سے مل کر بہت زیادہ پیار کا احساس ہوتا تھا۔ وہ سب ہی سے انتہائی شفقت سے پیش آتی تھیں چاہے کوئی چھوٹا ہو یا بڑا۔ جیسے ماں کا اپنی اولاد کے لیے شفقت و رحمت بھرا انداز۔ وہ ماشاء اللہ دل کی بالکل صاف خاتون تھیں۔ اسی لیے اُن سے ملنے سے بہت زیادہ اپنائیت کا احساس ہوتا تھا۔ کبھی یہ محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ اُن کو کسی کی کوئی بھی بات بری لگی ہے، ویسے ہی گرم جوشی کیساتھ، ہر ایک کو دعائیں دیتی ہوئی ملتی تھیں۔ اُن کا طرزِ حیات اس حدیث مبارکہ کی عکاسی بھی کرتا تھا اور اسی کی تلقین وہ دوسروں کو بھی کرتی تھیں: نرمی جس شے میں بھی ہو، اُسے زینت بخشتی ہے۔ (صحیح مسلم)

وہ جوہر شناس خاتون تھیں۔ اس بات کا فوراً اندازہ کرلیتی تھیں کہ سامنے والے شخص میں کس قسم کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ پھر نہ صرف اس شخص کی بھرپور حوصلہ افزائی کرتی رہتی تھیں بلکہ اس فکر میں بھی رہتی تھیں کہ اس کی صلاحیت کو کہاں پر استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ دوسروں کو آگے بڑھانے کا انداز بہت زیادہ تھا۔ چھوٹوں کو نہ صرف سامنے لے کر آتی تھیں بلکہ ساتھ ہی یہ بھی کہہ رہی ہوتی تھیں کہ ان کو مجھ سے زیادہ اچھا کام کرنا آتا ہے۔ دراصل عاجزی و انکساری کا پیکر تھیں، یہ اُن کی بڑائی تھی کہ کبھی بھی اپنے آپ کو نمایاں نہیں کر رہی ہوتی تھیں حالانکہ دین کے ہر کام کے لیے خود ہمہ تن، ہر دم تیار رہتی تھیں۔ کبھی بھی کسی دینی خدمت کے لیے منع نہیں کرتی تھیں۔

قرآن اکیڈمی یاسین آباد کی پہلی ناظمہ اور حلقہ کراچی شمالی کے مشاورتی امور کی معاونہ کی ذمہ داری کئی سالوں تک انتہائی تندہی سے انجام دیتی رہیں۔ وہ ناظمہ سے زیادہ اکیڈمی کی خادمہ ہی نظر آ رہی ہوتی تھیں خصوصاً جب اکیڈمی تعمیرات کے مراحل طے کر رہی تھی تو مشکلات کے اُس دور میں بھی آنے والے لوگوں کے لیے ہر طرح کی سہولیات کی فراہمی کا بندوبست اپنے طور پر بھی کرنے کے لیے بھرپور کوشاں رہتی تھیں۔ عمر بڑھنے کیساتھ خواتین میں لکھنے کا رجحان ذرا کم ہو جاتا ہے مگر انتظامی معاملات چلانے کے اعتبار سے جس وقت بھی ضرورت سامنے آتی فوراً مردوں کی طرف مذکورہ موضوع کے حوالہ سے خط لکھ کر بھیج دیتی تھیں۔ اصل میں تنظیم میں شمولیت سے پہلے اخبارات میں مضامین لکھا کرتی تھیں۔ اُن کے کمرہ میں کسی بھی وقت، کوئی بھی بلا جھجک اپنی ضرورت بیان کرنے کے لیے داخل ہو جاتا اور اس پر اُن کو کبھی اعتراض نہیں ہوتا۔ اکیڈمی میں بچوں کے مدرسہ کا آغاز کروانے کے لیے انہوں نے قابلِ قدر کوششیں کیں۔ آج یاسین آباد اکیڈمی کا پھلتا پھولتا مدرسہ یقیناً اُن کے نامہ اعمال میں صدقہ جاریہ بنے گا۔

اکیڈمی کی تمام تر مصروفیات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اُن کا مسنون دعاؤں، اذکار اور نفلی نمازوں کی پابندی کرتے ہوئے نظر آنا ہمارے لیے متاثر کن تھا۔ وہ اکیڈمی میں بھی اپنی روزانہ کی تلاوت جاری رکھتی تھیں۔ ضرورت مند لوگوں کی مالی مدد بڑھ چڑھ کر کرتی تھیں مگر ایسے کہ ایک ہاتھ سے دیا ہو مگر دوسرے ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو سکے۔ اپنی زبان پر اُن کو ہمیشہ ایسا قابو رہتا تھا کہ کبھی بھی اپنی زبان سے کسی کو تکلیف پہنچانے کا باعث نہیں بنیں۔

لحیم شحیم ہونے کے باوجود ہم نے اُن کو ہمیشہ اپنے جسم کو بہت covered رکھتے ہوئے دیکھا۔ برقع کے اوپر بھی ہمیشہ بڑا سا اسکارف پہنتی تھیں۔ ڈھیلے شلوار قمیض پر دوپٹہ اوڑھنے کا انداز بھی ہمیشہ سورۃ النور میں درج ہدایت کے مطابق ہی ہوتا تھا چاہے گرمی ہو یا سردی۔ اپنے آزمودہ گھریلو ٹوٹکے بھی قریبی لوگوں کو بتاتی رہتی تھیں غرض یہ کہ ان کی شخصیت ’خیر الناس من ینفع الناس‘ کا نمونہ تھی۔

بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر رحم کا نبویؐ اصول اُن کی زندگی کا مستحکم اصول تھا۔ اسی طرح وہ اس حدیث پاک کا بھی عملی نمونہ تھیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔ وہ ہر ملنے والے کو قرآن کی کلاسز کی دعوت ضرور دیتی تھیں۔ خود بھی بہت شوق سے خواتین کو تجوید پڑھاتی تھیں۔ انکی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ اس قدر مصروف رہنے کے باوجود بھی زبان سے نہیں بتا رہی ہوتی تھیں کہ میں نے یہ یہ کام کیے اور یہی ان کے اخلاص کی دلیل تھی۔

انہوں نے بھرپور جماعتی زندگی گزاری اور اجتماعیت کے معاملات چلانے کے حوالے سے ہمارے لیے دور رس مثبت اثرات اور دیرپا خوشگوار یادیں چھوڑ کر گئی ہیں۔ اُن کے انتقال کے بعد اُن کی قریبی رفیقات، طالبات اور دیگر ساتھ کام کرنے والی خواتین کی طرف سے مسلسل ان کے کردار کی خوبیوں کی گواہیاں موصول ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اُن کے حق میں مقبول فرمالے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قرآن حکیم سے محبت کو قبر میں اُن کا مونس بنا دے۔ اُن کی تمام بے لوث محنتوں اور بے غرض محبتوں کو بڑھا چڑھا کر قبول کرتے ہوئے اپنے فضل و کرم سے انہیں جنت الفردوس عطا فرما دے۔ آمین یا رب العالمین!

in inheritance matters offers a valuable principle for addressing circumstances in which economically vulnerable people are exploited through unfair financial arrangements.

Likewise, gambling can devastate livelihoods, deepen poverty, and destroy family stability. The Qur'an explicitly prohibits gambling and condemns its destructive social and spiritual consequences (Surah Al-Ma'idah 5:90–91). Effective legal and regulatory measures are therefore necessary to protect vulnerable individuals and families from gambling-related exploitation and financial ruin.

The underlying principle of the Court's recent judgment is that the judiciary must not remain indifferent when recurring practices deprive vulnerable citizens of their lawful rights under the guise of private agreements. Where established legal protections fail to deliver substantive justice, the judiciary has an important constitutional responsibility to ensure that rights are meaningfully enforced. Extending this protective approach to other areas of public welfare could translate legal principles into tangible relief for ordinary citizens. The Court must continue to uphold justice and protect the rights of vulnerable citizens, drawing upon the principles of the Holy Qur'an, the Sunnah of Prophet Muhammad (peach be upon him) and the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan to strengthen the rule of law and promote public welfare throughout Pakistan.

(Compiled by: Raza ul Haq)

تنظیم اسلامی کا پیغام　　خلافتِ راشدہ کا نظام

بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ　　ان شاء اللہ　　امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

تنظیم اسلامی پاکستان کے زیرِ اہتمام
سالانہ اجتماع 2026ء کے قائم مقام زونل اجتماعات

یہ اجتماعات تمام زونز میں بروز ہفتہ 07 نومبر نماز عصر تا 09 نومبر نماز ظہر بروز پیر دن تک منعقد ہوں گے۔ تمام رفقاء تنظیم اسلامی اپنے اپنے زون کے اجتماع میں شرکت کر کے اپنی تنظیمی فکر کو تازہ کریں۔

برائے زون شرقی پاکستان　حلقہ جات لاہور شرقی، لاہور غربی، گوجرانوالہ، سرگودھا
بمقام: دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی 23.KM ملتان روڈ چوہنگ، لاہور
برائے رابطہ: 78-35473375(042)

برائے زون جنوبی پاکستان 1 حلقہ جات کراچی جنوبی، کراچی شرقی، حیدرآباد
برائے زون جنوبی پاکستان 2 حلقہ جات کراچی شمالی، کراچی وسطی، بلوچستان
بمقام: رائل فارمز اینڈ کنٹری ریسورٹ، کیٹی بندر روڈ گھارو، کراچی
برائے رابطہ: 0321-8110205

برائے زون شمالی پاکستان　حلقہ جات اسلام آباد، پنجاب شمالی، آزاد کشمیر، پوٹھوہار
برائے زون خیبر پختونخوا　حلقہ جات ملاکنڈ، خیبر پختونخوا جنوبی
بمقام: مسجد جامع القرآن کمپلیکس، چیونٹ نزد ڈیلور، اسلام آباد
برائے رابطہ: 051-4866055 / 051-2751014

برائے زون وسطی پاکستان　حلقہ جات فیصل آباد، ساہیوال، بہاولنگر، پنجاب جنوبی
بمقام: قرآن اکیڈمی BZU کیمپس، حامد نگر بوسن روڈ نزد پنج واڑ، ملتان
برائے رابطہ: 061-6520451/03226187858

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی، فون: 78-35473375(042)

Women's Inheritance Rights

Extending Judicial Vigilance to Other Areas of Public Welfare

It would not be a stretch to say that the recent landmark judgment of the Supreme Court of Pakistan regarding the enforcement of women's inheritance rights is commendable and a breath of fresh air. The detailed guidelines represent a significant step towards safeguarding the rights ordained by the Holy Qur'an and the Sunnah against coercion, social pressure, and fraudulent practices. The judgment rightly recognises that inheritance shares are divinely prescribed rights, not matters subject to individual discretion.

The Qur'an explicitly declares that both men and women are entitled to their prescribed shares of inheritance (An-Nisa 4:7, 4:11). By imposing a heightened obligation on judicial and administrative authorities to scrutinise transactions affecting these rights, particularly those involving elderly, illiterate, and rural women, the Court has strengthened the protection of vulnerable citizens. This approach reflects the Qur'anic command to uphold justice regardless of personal relationships or economic status (An-Nisa 4:135).

This commendable judicial philosophy could be extended to other areas where inequality of power, economic dependence, social pressure, and procedural disadvantages routinely deprive citizens of their lawful rights. The Court should consider similar proactive measures in several critical areas of public welfare.

First, Zakat funds must reach genuinely deserving recipients through transparent distribution and effective accountability, free from the influence of local elites. The Qur'an condemns neglect of orphans and failure to assist the poor (Al-Ma'un 107:1–3). Judicial and administrative oversight can help ensure that charitable resources fulfil their intended purpose.

Second, consumer protection and market integrity require stronger enforcement. Food adulteration, hoarding of essential commodities, and price-fixing cartels disproportionately harm the poor and should be treated as serious matters of public interest rather than merely private or civil disputes.

Third, access to justice must be strengthened for disadvantaged citizens through the timely disposal of cases involving land grabbing, unlawful eviction of tenants, and recovery of property. Wealth and influence must not enable powerful individuals to circumvent procedural safeguards intended to protect the weak.

Fourth, the protective standards applied to inheritance disputes should inform the enforcement of other aspects of Sharia-based family law, including dower, maintenance, and child custody. Appropriate verification and judicial scrutiny are essential to prevent women, children, and other family members from being coerced into unjust settlements.

The same commitment to justice should extend to the protection of life, property, family, and economic security in accordance with the principles of the Shari'ah. In cases involving theft, the Qur'an prescribes a deterrent punishment while also recognising repentance and reform (Al-Ma'idah 5:38–39). Courts should ensure that victims, particularly impoverished individuals whose limited possessions are stolen, receive effective legal protection and that due process is strictly observed. Similarly, cases involving illicit sexual relations require rigorous adherence to Qur'anic injunctions and evidentiary standards. While the Qur'an prohibits such conduct (Al-Isra 17:32) and establishes rules concerning punishment and false accusations (An-Nur 24:2–4, and in Ahadith), judicial vigilance is essential to protect women and children from exploitation, coercion, and baseless allegations, while ensuring that genuine cases are adjudicated according to the applicable legal requirements.

Economic exploitation through interest-based transactions, debt traps, and usurious practices is another serious concern. The Qur'an unequivocally prohibits riba and warns of severe consequences for those who persist in it (Al-Baqarah 2:275, 278–279). The Court's emphasis on heightened scrutiny

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر
شاندار صفائی، اُجلی دھلائی
کم مقدار، زیادہ صفائی
منفرد اور دیرپا خوشبو
رنگوں کی حفاظت
کپڑوں کی حفاظت
جلد کی حفاظت
1kg
KLINIT
Multi Action Power Magic
Detergent Powder
Colour Guard
DELIVERY ALL OVER PAKISTAN
میرا با اعتماد انتخاب
شاندار صفائی
کم پیسے، زیادہ دھلائی
بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا
مہکتی خوشبو
1kg
TWO IN ONE ACTION
Whiff
Detergent Powder
Cleans + Disinfects
Let your Clothes Smile!
JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan
For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 | Regd. No. C.P.L NO.114 | No. 40

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ACEFYL cough syrup

Acefylline piperazine 45mg + diphenhydramine HCl 8mg

PAKISTAN'S MOST PRESCRIBED COUGH SYRUPS

Nabiqasim Industries (Pvt.) Ltd.
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi - 74200

+92 21 - 111 742 762
+92 21 - 2636313
info@nabiqasim.com
www.nabiqasim.com

Health our Devotion